مسعود SINCE 1922

۸۳ سال اشاعت

REGD: CPL NO. 27
جلد نمبر:83 نمبر:01
JANUARY 2013

# ماہنامہ ہومیو پیتھک میگزین

بانی : ڈاکٹر محمد مسعود قریشی

Dr. Samuel Frederic H [redacted] d Masood Qureshi
Founder of Hon [redacted] eopathy in Pakistan

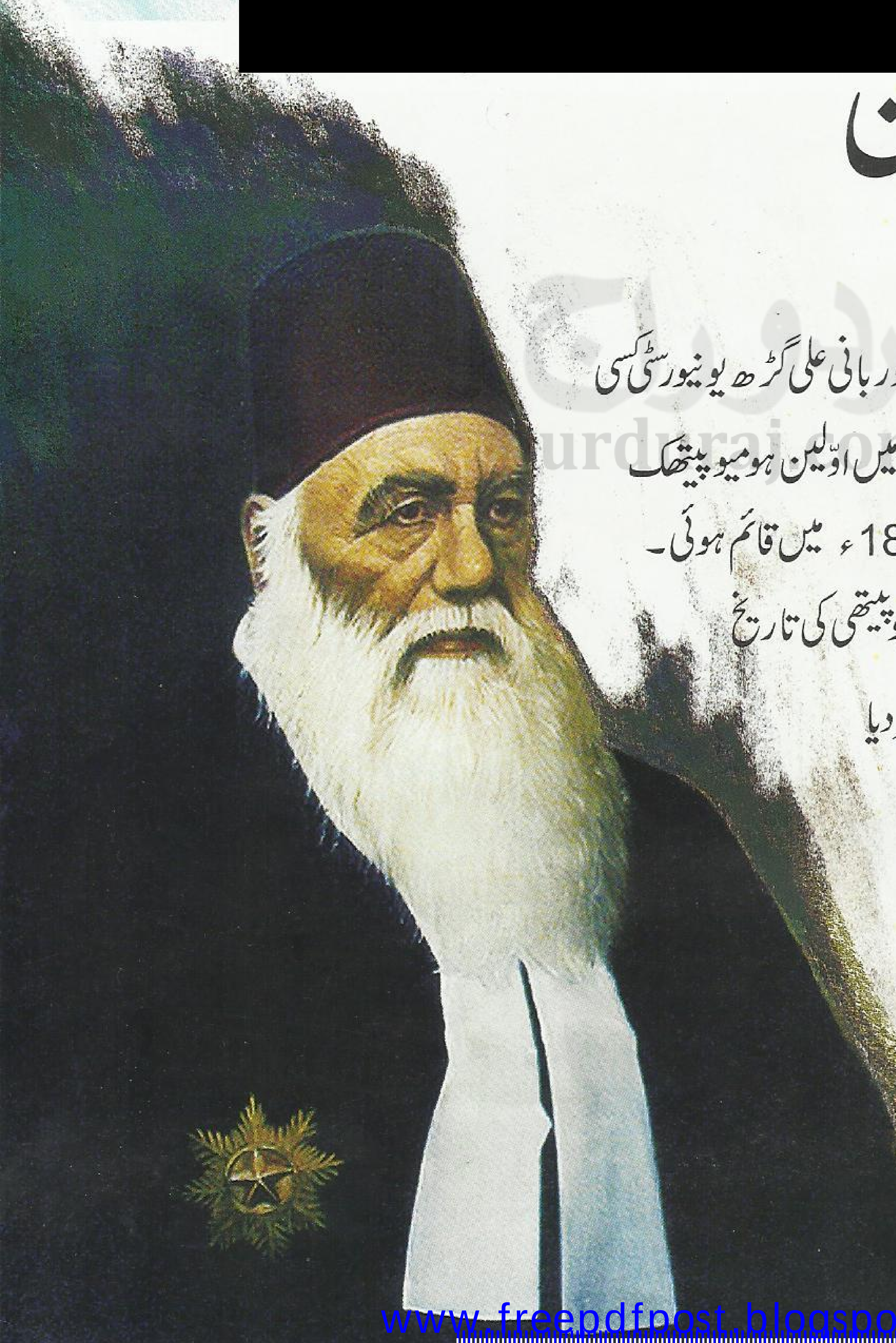

## سر سیّد احمد خان

## 1817-1898

برصغیر پاک و ہند میں سر سید احمد خان کا نام بطور بانی علی گڑھ یونیورسٹی کسی تعارف کا محتاج نہیں اس کے علاوہ وہ بنارس میں اوّلین ہومیو پیتھک ہسپتال اور ڈسپنسری کے بانی بھی تھے جو 1867ء میں قائم ہوئی۔

ستمبر 1867ء میں سر سید احمد خان نے ہومیو پیتھی کی تاریخ اور اس کے اصول شفا پر طویل اور پُر مغز لیکچر دیا اور مئوثر انداز میں واضح کیا کہ دیگر طریق ہائے علاج کی نسبت ہومیو پیتھک طریق علاج برتر، محفوظ اور مئوثر ہے۔

اُسی برس اُنھوں نے ہیضہ کے ہومیو پیتھک علاج پر ایک کتابچہ بھی قلمبند کیا۔

urduraj.com
www.freepdfpost.blogspot.com

[redacted]

سوسائٹی آف ہومیوپیتھس پاکستان کے زیراہتمام 14 اور 15 دسمبر کو ہمدرد سنٹر، لاہور میں دوروزہ سیمینار منعقد ہوا۔ کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک اور نعتِ رسول مقبول ﷺ سے ہوا۔ سیمینار میں پاکستان بھر سے ہومیوپیتھک معالجین کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اس سیمینار کی خاص بات یہ تھی کہ سوسائٹی آف ہومیوپیتھس پاکستان کے صوبائی اور ضلعی سطح پر صدور منتخب کیئے گئے اور ان کو انکی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔

سیمینار کے پہلے روز ڈاکٹر اقبال شاہین نے ڈاکٹر سیموئیل ہانیمن کی حیات و خدمات پر حاضرین محفل کو آگاہ کیا۔ دوسری نشست میں ڈاکٹر غلام یاسین نے بچوں میں خون کی بیماریوں پر ایک بہت ہی پیچیدہ کیس کی روشنی میں اپنے تجربات اور علاج کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔

www.freepdfpost.blogspot.com

رجسٹرڈ سی پی ایل نمبر 27

مسلسل اشاعت کا 83واں سال

فہرست مضامین

1-اداریہ 3- جگر میں خون کی باریک نالیوں کا کھچاؤ
9- علم و عرفان کی تابندہ شمع 13- کلیات ہومیوپیتھی کا سرسری تجزیہ
17-امراض قلب اور پاکستان 23-ایک مخلص اور باعمل رہنما
25- حضورؐ کے طبی ارشادات 29- زیرہ سیاہ
31- ملائیشیا میں دم درود کو نصاب کا حصہ بنالیا گیا

بانی:
ڈاکٹر محمد مسعود قریشی

ماہنامہ

# ہومیو پیتھک میگزین

جلد نمبر 83 | جنوری 2013ء | شمارہ نمبر 1

ٹیلیفون: 36293296 36302360
ٹیلی فیکس: 092-42-36361138

قیمت: 22 روپے | سالانہ: 250 روپے

بذریعہ وی پی 290 روپے

مدیر اعلیٰ:
ہومیو پیتھک ڈاکٹر خالد مسعود قریشی
ایم اے

مدیران:
ہومیو پیتھک ڈاکٹر حامد الیاس مسعود
ڈی ایچ ایم ایس

ڈاکٹر محمد زبیر قریشی
بی ایس سی، ایم بی بی ایس (میڈلسٹ) ایم فل، اینڈوکرینالوجی

مدیر منتظم:
ہومیو پیتھک ڈاکٹر عابد عطاالرحمٰن
بی ایس سی، ڈی ایچ ایم ایس

30-علامہ اقبال روڈ لاہور 54000
http://www.masood.com.pk
E-mail:info@masood.com.pk

## پولیو وائرس' بڑھتا ہوا خطرہ

پاکستان سمیت افغانستان اور نائیجیریا سے مئی 2013ء تک پولیو کا مکمل خاتمہ نہ کیا گیا تو ان تینوں ممالک کے شہریوں پر بین الاقوامی سفری پابندیاں عائد کی جاسکتی ہیں۔ یہ تجویز ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی طرف سے بنائی جانے والے انڈیپنڈنٹ مانیٹری بورڈ نے اقوام متحدہ کو گذشتہ ماہ جاری کردی ہے۔ حالیہ دہشت گردی کے پیش نظر ڈبلیو ایچ او اور یونیسیف میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔ یونیسیف نے پاکستان میں پولیو رپورٹ 2012ء پیش کردی ہے جس کے مطابق پاکستان کے چاروں صوبوں پنجاب کے 18 علاقوں میں پولیو وائرس کی تصدیق ہوئی ہے۔ اس کے بعد پشاور میں 16 اور کراچی' کوئٹہ کے 19 شہروں میں پولیو وائلڈ وائرس ٹائپ I کی تصدیق ہوئی۔ اس کے بعد ان تمام شہروں میں ہائی الرٹ کیا گیا تھا مگر حالیہ دہشت گردی کے پیش نظر اقوام متحدہ نے یونیسیف کے 1120 اور ڈبلیو ایچ او کے 1070 نمائندوں کو واپس بلانے کی بجائے ایک ماہ کے لیے ان کو دفاتر تک محدود کردیا گیا ہے جس کی وجہ سے پاکستان کے ان علاقوں میں پولیو مہم پر برا اثر پڑے گا۔ اس دوران مئی 2013ء کے ٹارگٹ کو پورا کرنا نا صرف اقوام متحدہ کی ٹیموں کے لیے مشکل ہے بلکہ پاکستان بھی اس میں کسی خاص حد تک سنجیدہ نظر نہیں آرہا ہے۔

عالمی ادارہ صحت کی طرف سے پاکستانیوں کے بیرون سفر پر مجوزہ پابندی عائد کرنے کا انتباہ ہماری وزارت صحت کے لیے کھلا چیلنج ہے جس سے نبرد آزما ہونا وقت کا اہم تقاضا ہے۔

ناشر خالد مسعود قریشی نے بااہتمام رشید چودھری مکتبہ جدید پریس 14-ایمپریس روڈ سے چھپوا کر 30-علامہ اقبال روڈ-لاہور 54000 سے شائع کیا۔



www.freepdfpost.blogspot.com

# ہومیو پیتھی کا اوّلین ہسپتال

آج کا دن میری نظروں میں عظیم الشان ہے
زندہ باد اے ڈاکٹر مسعود اے فرخندہ فال
خندہ زن شاہوں پہ ہے رنگِ فقیرانہ ترا
ایک ہی دُھن میں رہا تو زندگی بھر وقفِ کار
نام کی پروا رہی تجھ کو نہ شہرت کی ہوس
حُسنِ نیت کے سہارے خدمتِ خلقِ خدا
مَیں وہ شاعر ہُوں ثنا خوانی نہیں پیشہ مرا
مَیں کبھی جاتا نہیں حق و صداقت کے خلاف
بات جو کہنے کی ہو دل میں نہیں رکھتا ہُوں مَیں
وقف کر دی زندگی تو نے غریبوں کے لئے
کوئی ذاتی ہے نہ شخصی مُدعا مقصد ترا

اک غریب انسان کے ہاتھوں سے یہ سامان ہے
تو نے قائم کر دکھائی آج اِک زندہ مثال
عزم و ہمّت کا نمونہ ہے شفا خانہ ترا
آخر اپنے خُونِ دل سے لے ہی آیا یہ بہار
سازِ ملت بن گیا آخر ترا سازِ نفس
طالعِ مسعود سے کرتا رہا صبح و مسا
وقف ہے تعمیرِ ملّت کے لئے پیشہ مرا
مَیں وہ آئینہ ہُوں کہہ دیتا ہُوں مُنہ پر صاف صاف
مَیں نے دیکھا ہے تجھے تجھ پر یقیں رکھتا ہُوں مَیں
تیرے بازو ہیں سہارا کم نصیبوں کے لئے
ہے فقط خوشنودیِ ذاتِ خدا مقصد ترا

اے فدائے ملّتِ اسلام و شیدائے رسُول
ہدیۂ تحسین شاعر کی زباں سے کر قبول

ابوالاثر حفیظ جالندھری

urdurai.com

## سوسائٹی آف ہومیو پیتھس پاکستان
لاہور 54000

قومی ترانہ کے خالق جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری نے یہ نظم تیسری کل پاکستان ہومیو پیتھک سائنس کے پہلے اجلاس منعقدہ دسمبر ۶۹ء کو ہومیو پیتھک ٹرسٹ ہسپتال کے افتتاح کی تقریب سعید پر پڑھی



www.freepdfpost.blogspot.com

# جگر میں خون کی باریک نالیوں کا گچھا

ہومیو پیتھک ڈاکٹر سید امجد علی جعفری، کراچی

جگر میں خون کی باریک ترین نالیوں کے سروں کی غیر معمولی بناوٹ (Hepatic Hemangioma) کا ذکر کرنے سے قبل یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ''ہے من جی اوما'' مرض کیا ہوتا ہے۔ ابھی تک طبی سائنسدان اس گتھی کو سلجھا نہیں سکے ہیں کہ شریانیں اور وریدیں کے آخری سرے کے جال کیوں غیر معمولی بناوٹ اختیار کر جاتے ہیں یا کیوں یہ نالیاں ایک دوسرے میں غیر معمولی انداز میں گتھم گتھا ہو جاتی ہیں۔ یہ مرض جلد کی اوپری سطح میں یا بدن کے کسی اندرونی عضو میں ہو سکتا ہے۔ اسے ''ہیے مین جی اوما'' (Hemangioma) کہا جاتا ہے۔ ''ہے من جی اوما'' کی کئی اقسام ہوتی ہیں:

1- جلد کی اوپری سطح پر خون کی باریک ترین نالیوں سے بنے گومڑ سے متاثرہ جگہ جلد کی بدلی سرخی مائل ارغوانی رنگت اس کا مظہر ہوتی ہے۔ اسے Capillary Hemangioma کہا جاتا ہے۔

2- جلد کی گہرائی میں کسی عضو کے اوپر اس کی موجودگی Cavernous Hemangioma کہلاتی ہے۔

3- کبھی کبھار دونوں قسم کا ''ہے من جی اوما'' ایک جگہ یا ایک مریض میں بھی پایا جا سکتا ہے جسے Mixture Hemangioma کہا جاتا ہے۔

4- جگر میں پائے جانے والے ہے من جی اوما کو Hepatic Hemangioma کہا جاتا ہے۔

مطالعہ اور کلینیکل مشاہدہ کی بنیاد پر یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ بیماری پیدائش کے وقت ہی موجود ہوتی ہے یا پیدائش کے چند ماہ بعد یہ نمایاں ہوتی ہے جس کا علم اس طرح ہوتا ہے کہ متعلقہ جگہ کا رنگ باقی جلد سے مختلف Dusky یعنی کچھ پھیکا یا گہرا سا ہوتا ہے اور اس میں کچھ درد ہوتا ہے۔ ''ہے من جی اوما'' خواہ سطحی جلد میں ہو یا بدن کے اندرونی گہرائی میں ہو، دونوں حالتوں میں سست رفتاری سے نہیں بڑھتا ہے۔ جب یہ کافی نمایاں ہو جاتا ہے۔ تب عارضی طور پر کچھ عرصہ کے لیے اندر کے رخ ہو کر جلد پر سے یہ غائب بھی ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد پہلے سے زیادہ نمایاں اور تکلیف دہ ہو کر ابھرتا ہے۔

طبِ متبادل خاص طور پر ہومیو پیتھک طریقہ علاج سے ''ہے من جی اوما'' نہ صرف ختم ہو جاتا ہے بلکہ جلد پر اس کا کوئی نشان بھی باقی نہیں رہتا لیکن کبھی کبھار خون کی باریک ترین نالیوں کے نمایاں جال کی صورت میں یہ اپنا نشان جلد پر چھوڑ جاتا ہے جو کہ گتھم گتھا نہیں ہوتیں۔ یہ بدن انسانی پر کسی جگہ بھی بن سکتا ہے۔ چہرہ اور سر پر یہ بدنما معلوم ہوتا ہے۔ جب یہ پپوٹوں پر ہو تب بینائی متاثر ہوتی ہے۔ کبھی کبھار یہ ایسی جگہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے سانس لینے یعنی عمل تنفس میں یا غذا کھانے کے عمل انہضام میں یا آنتوں کی معمول کی حرکت میں خلل کا باعث بنتا ہے۔ اگر



www.freepdfpost.blogspot.com

اس بیماری کا علاج باقاعدگی سے نہ کرایا گیا ہو تو ”ہے من جی اوما“ میں خصومت (Infection) پیدا ہو جاتی ہے۔ اس میں رسولی بن جاتی ہے جس پر ضرب لگنے سے خون رِسنے لگتا ہے۔

## علامات:

1- جلد کی اوپری سطح پر سرخ ارغوانی سا ابھار اور ابھار پر جلد خوب کھچی کھچی سی تنی ہوئی دکھائی دے۔

2- جلد کی گہرائی میں خون کی نالیوں سے بنی ہوئی، بڑی سی رسولی/ ٹیومر۔

3- کسی عضو میں/خون کی نالیوں سے بنے جال کے ابھار یا رسولی میں شدید درد۔

4- کچھ بھولنے کی عادت ہو سکتی ہے۔

## پیچیدگیاں:

1- مستقل خون رسنا۔

2- بینائی میں خلل یا بھینگا پن۔

3- نفسیاتی یا معاشرتی مسائل۔

## تشخیص:

1- جہاں تک جلد کے سطحی ”ہے من جی اوما“ کا تعلق ہے۔ اسے تو ظاہر نشانیوں اور ٹٹول کر ہی اور جلد کو دبا کر بتایا جا سکتا ہے۔

2- جب یہ بدن کے اندرونی عضو میں ہوتا ہے تب صرف سٹی اسکین (Ct Scan) یا ایم آر آئی (M.R.I) کی مدد سے ہی اس کی حتمی تشخیص ممکن ہے۔ ہومیو پیتھ رپورٹ اور علامات کی بنیاد پر اس کی تشخیص تک پہنچتا ہے۔

## بچاؤ:

ابھی تک اس مرض کے پیدا ہونے کا حتمی طور پر علم ہی نہیں ہو سکا ہے۔ اس لیے سر دست اس سے بچنے کی تدابیر کے سلسلے میں کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا۔

## علاج:

مختصر دو کیس ہسٹری:

1- ایک خاتون ”س“ اس شکایت کے ساتھ لائی گئیں کہ ان کے سینہ میں شدید درد رہتا تھا، اندھیرے سے اسے ڈر لگتا تھا۔ بھوت پریت اور چڑیلوں سے ملاقات کے تذکرے سناتی رہتی تھی۔ اس وقت موصوفہ سے بات نہیں کی جا رہی تھی اور اسے اپنا نام تک یاد نہیں تھا۔ اس کی ماں نے بتایا کہ موصوفہ کی یہ کیفیت گزشتہ رات سے ہے۔ مصنف کی بیگم ہومیو پیتھ سے موصوفہ کا معائنہ کرایا گیا تو علم ہوا کہ مریضہ کی چھاتیوں کے



urdurai.com
www.freepdfpost.blogspot.com

درمیان سینہ پر سرخی مائل ابھار ہے جہاں جلد اتنی تنی ہوئی ہے جیسے ابھی پھٹ جائے گی۔ اسے بخار نہیں تھا۔ اس کی جلد معمول کے مطابق تھی۔ البتہ مریضہ زیادہ ہوا کی متقاضی تھی، اسے گرمی بہت لگتی تھی جبکہ اسے کمرہ گرم موسم کی مناسبت سے ٹھنڈا لگ رہا تھا۔ موصوفہ کی ان علامات پر Carb-veg.30 دوا کی ایک خوراک دی گئی اور باقی پلاسیبو گرین والی سفید ٹکیاں ہر آٹھ گھنٹہ بعد کھانے کے لیے دی گئیں اور کہا گیا کہ مریضہ کو تین دن بعد لایا جائے۔ تیسرے روز مریضہ کی والدہ نے بتایا کہ اس کی یادداشت کچھ بحال ہوئی تھی اور درد کی شدت میں کمی آئی۔ پھر پلاسیبو ٹکیاں ہر آٹھ گھنٹہ بعد کھانے کے لیے دی گئیں اور ایک ہفتہ بعد آنے کے لیے کہا گیا۔ اس بار مریضہ کی ذہنی علامات تقریباً ختم ہو چکی تھیں۔ اندھیرے کا خوف بھی کچھ کم تھا، پھر پلے سی بو پہلی ہدایات کے مطابق دی گئیں اور پندرہ روز بعد آنے کے لیے کہا گیا۔

اس بار مریضہ نے بتایا کہ ذہنی علامات ختم ہوگئی ہیں لیکن سینہ کی تکلیف میں خاطر خواہ کمی نہیں ہوئی ہے۔ اس بار پھر کاربوویج کی ایک خوراک دی گئی مگر اس بار یہ دوا 200 پوٹینسی میں دی گئی تھی اور ایک ماہ بعد آنے کے بعد کہا گیا۔ پلاسیبو ٹکیوں کا استعمال جاری رکھنے کے لیے کہا گیا۔ ایک ماہ بعد مریضہ نے بتایا کہ وہ مکمل طور پر تندرست ہے۔ مصنف کی بیگم نے معائنہ کیا تو علم ہوا کہ متاثرہ جگہ سینہ پر سرخی اور ابھار نہیں تھا اور متاثرہ جلد کا تناؤ بھی ختم ہو چکا تھا۔ مریضہ کی تسلی کے لیے اسے مزید پلاسیبو ٹکیاں دی گئی تھیں۔ یہ کہہ کر رخصت کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ اب صحت یاب ہے، تھوڑی بہت جو کسر رہ گئی ہوگی وہ اس دوا سے ٹھیک ہو جائے گی۔ اگر وہ تندرست رہے تو آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مشاہدہ ہے کاربوویج کی اونچی پوٹینسی دیر تک مریض کے مرض ختم ہونے کے بعد اس کی قوت مدافعت بڑھانے میں مدومعاون ثابت ہو رہی ہے۔

2- ایک سری لنکن مریض اس شکایت کے ساتھ آیا کہ ''درد سے چیخیں نکلی جا رہی ہیں'' بائیں طرف پسلیوں کے نیچے اس نے اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ کھڑے بیٹھے یا لیٹے اسے سکون یا چین نہیں تھا۔ پہلو بدل رہا تھا۔ اس کے چہرہ سے تشویش اور بے چینی عیاں تھی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اب اس کا علاج سے یقین اُٹھ گیا ہے، وہ مجبوراً لایا گیا ہے۔ معائنہ پر علم ہوا کہ تلی کے نیچے کو لہے سے ذرا اوپر جلد کی نیچے کی باریک ترین نالیوں کے جال کا ایک گچھا سا نمایاں تھا۔ یہ جگہ ایسی پھولی ہوئی تھی جیسے ابھی پھٹ جائے گی اور اس میں چھونے سے درد کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ مریض کی کیفیت کو دیکھتے ہوئے اسے آرسینک البم ایک ہزار پوٹینسی کی ایک خوراک دی گئی اور کچھ دیر کلینک میں بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ بیس منٹ بعد اس نے کہا، گزشتہ تین سال میں پہلی بار اسے کچھ سکون محسوس ہوا ہے۔ بعد ازاں اسے پلاسیبو پانچ گرین والی سفید ٹکیاں ایک ماہ کے لیے صبح شام ایک ایک کھانے کے لیے دی گئیں، ایک ماہ بعد جب وہ آیا تو اس کا ابھار بہت کم تھا۔ اس میں درد معمولی سا تھا۔ ایک خوراک دوا اور باقی پلے سیبو دی گئیں اور اسے ایک ماہ بعد آنے کو کہا گیا۔ ایک ماہ بعد مریض تو نہیں آیا البتہ اس نے اپنے فرزند سے کہلوا بھیجا کہ وہ اب تندرست ہے۔ اسے کسی دوا کی ضرورت نہیں ہے لیکن کچھ عرصہ بعد مریض کو دوسری طرف ویسی ہی تکلیف ہوئی۔ اس بار وہ یاسیت کا مرقع تھا۔ بہت ہی حساس تھا، ذرا ذرا سی بات پر چڑ جاتا تھا۔ اپنے آپ کو غیر معمولی اہم سمجھ رہا تھا کیونکہ اس کی موجودگی میں ٹیلی فون سنا گیا جس پر اس نے کہا کہ پہلے اس کی بات مکمل ہونی چاہیے تھی۔ فون کرنے والے کو کہہ دیتے کہ وہ بعد میں فون کرے۔ اس بار بننے والا ''ہے من جی اوما'' ایسا تھا کہ اسے چھونے سے خون کی چند بوندیں رستی تھیں۔ ان علامات کی بنیاد پر فاسفورس ایک ہزار دی گئی تھی جس کی ایک ہی خوراک میں تقریباً تین ہفتوں بعد آرام آیا۔

ایلو پیتھی میں تو اسٹیرائڈ کے انجکشن یا اس کیمیکل سے بنی ٹکیوں سے مریض کو شفایابی سے ہمکنار کیا جاتا ہے لیکن ان دونوں طریقہ کار سے کبھی کبھار بدن کے کسی حصہ پر مضر اثرات پڑ سکتے ہیں جبکہ ہومیو پیتھی فلسفہ کے مطابق زیادہ تر امراض موروثی طور پر والدین سے اولاد میں منتقل ہوئے ''پنہاں مواد'' کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جیسے ہی اس ''پنہاں مواد'' کو بیماریوں کے محرکات کی صورت میں یا ادویات کے غلط استعمال سے یا



www.freepdfpost.blogspot.com

گردو پیش اور رویوں میں بدمطابقت کی وجہ یا غیر متوازن یا آلودہ یا کثیف غذا کھانے سے یا ایسا پانی یا کوئی اور مشروب پینے سے تحریک ملتی ہے تب متعلقہ مرض جنم لیتا ہے۔ یہی بات اس مرض کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔ مصنف کا مشاہدہ ہے کہ اس مرض کے پیدا ہونے میں صدمہ کا تعلق ہے اور غالباً یہ مرض ہر نسل کے افراد کو نہیں ہوتا۔ ٹیسٹ کروانے والے معالج کی معلومات اور مریض کو اطمینان دلانے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ مریض کو علاج شروع کرنے اور علاج کے ختم ہونے پر ٹیسٹ اس لیے کرائیں کہ ان کی بنیاد پر اسے سکون اور اطمینان حاصل ہو اور علم ہو کہ واقعی اس کا مرض ختم ہو گیا ہے۔ ویسے علامات کبھی بھی بدن کی اندرونی کیفیات کو غلط نہیں بتاتیں۔ یہ تو اندرونی گڑبڑ اور اندرونی توڑ پھوڑ کی عکاس ہوتی ہیں۔ اس بیماری میں بھی انہی کا سہارا لیا جاتا ہے۔ ٹیسٹ کیونکہ مہنگے ہوتے ہیں۔ علاج مکمل ہونے پر تجویز کیا جائے لیکن اسے کرانے پر زور نہ دیا جائے کیونکہ بسا اوقات مریض کی جیب اس کی متحمل نہیں ہوتی۔

## اعداد و شمار و اسباب:

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سات فیصد صحت مند افراد میں یہ سوء انتقلی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مردوں کے مقابلے میں خواتین میں اس بیماری کا تناسب چار سے چھ گنا زیادہ ہے۔ عورتوں کے ہارمون اس کی افزائش میں مددگار ہوتے ہیں۔ یہ کینسر نہیں ہوتی بلکہ ایک جگہ ہی مقید رہنے والی رسولی سی ہوتی ہے۔ مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ یہ بیماری ان لڑکیوں یا ان عورتوں یا مردوں کو زیادہ ہوتی ہے جو کہ شادی کی عمر کو پہنچ چکے ہوں اور ان کی شادی نہ ہو پا رہی ہو یا شادی شدہ ہوں لیکن ان کی ازدواجی زندگی کی ضرورت ان کے شریک زندگی پوری نہ کر پاتے ہوں۔ چند کیسز میں یہ وجہ نہیں تھی، اس کے بھی دو پہلو ہو سکتے ہیں کہ مریض یا مریضہ اپنے شریک حیات کا پردہ رکھنا چاہتی تھی یا پردہ رکھنا چاہتے تھے یا کوئی اور بہت سی دیگر بیماریوں کی طرح اس مرض میں بھی کوئی ایسی وجہ ہو جو کہ ابھی تک نہ کلینیکل مشاہدے میں آئی ہے اور نہ جس کا طبی محققین کو علم ہو سکا ہے۔

urduraj.com

## علامات:

یہ جگر میں چوتھائی انچ سے کئی انچ تک کا پھیلاؤ کا ہو سکتا ہے۔ (1) متلی (2) بدن میں درد (3) تکلیف کے بڑھنے پر خون کا رِسنا۔

## تشخیص:

(1) ریڈیو ایکٹیو طریقہ کار سے (2) سی ٹی اسکین (3) ایم آر آئی۔

## علاج:

ہومیو پیتھک علاج میں مریض کی مرض سے غیر متعلقہ، اس کی ذہنی علامات/ کیفیت اور مرض کی علامات کو بہت دخل ہے۔ مریض کی علامات مرض کے پھیلنے کے درجہ کے حساب سے بدلتی رہتی ہیں اور ذہنی علامات ہر ایک کی شخصیت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔ ہومیو پیتھی طریقہ علاج میں کسی ایک مرض میں مبتلا کئی مریضوں کی ایک ہی دوا نہیں ہوتی۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل ادویات کو اس مرض کے علاج میں موثر پایا گیا ہے۔ ان ادویات میں سے کسی ایک دوا کا چناؤ مریض کی علامات اور دوا کے خواص کی بنیاد پر کیا جا سکتا ہے۔

Ars.;Carb.an.; Lach.; Phos.;Sil.;Thuja.Calc.;Carb.veg.; Eucl.; Kereo.;



www.freepdfpost.blogspot.com

Lyco.;Merc.;Nat-m.; Nit-ac.; Puls.; Phos.; Rhus-t.; Sulph.; Abort.; Ant-t.; Bell.;Bell-p.;Calc-f.; Clem.; Fl-ac.;Manc.;Nux-vom.;Sep.;Staph.

## کتابیات:


1- ''ہے من جی اوما'' کتابچہ تحریر۔از۔مچل ایس لہر، شعبہ جلد میڈیکل سنٹر یونیورسٹی آف پنسلوینیا، فلاڈلفیا، امریکہ۔

2- بورک میٹریا میڈیکا۔ہومیو پیتھک سٹورز اینڈ ہاسپٹل لاہور۔

3- ڈاکٹر ہانمن، قانون ہومیو پیتھی، مسعود پبلی کیشنز، لاہور۔



**Cucurbita Pepo** — **ککڑ بیٹا**

ککڑ بیٹا کدو دانوں کے اخراج کے لئے مجرب دوا ہے۔اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ صبح کا ناشتہ بہت ہی ہلکا دیا جائے، دوپہر کا کھانا قطعاً بند، رات کو ککڑ بیٹا کے بیس قطرے دودھ میں ملا کر پی لئے جائیں۔اگلی صبح کیسٹر آئل کا ایک چمچ دیا جائے اور ناشتہ میں صرف ایک پیالی چائے۔اس کے دو یا تین گھنٹے بعد کدو دانے نکلنا شروع ہو جائیں گے۔سمندر کے سفر میں قے اور حاملہ عورتوں کی متلی و قے کو بھی اس دوا سے فائدہ ہوتا ہے۔ایک عورت جو سات ماہ سے حاملہ تھی اور متلی اور قے سے بری طرح لاچار تھی اس تکلیف سے مریضہ محض ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی۔ککڑ بیٹا کے استعمال سے ایک ہی دن میں قے آنا بند ہو گئی اور وہ حسب خواہش کھانے پینے لگ گئی۔اس دوا کی خصوصی علامت کھانے کے بعد شدید متلی ہے۔اگر یہ علامت کسی بھی مریض میں بدرجہ اتم موجود ہو تو ککڑ بیٹا اولین دوا ہونی چاہئے۔

مقدار خوراک: مدر ٹنکچر یا 3x ایک تا تیس قطرے پانی میں ملا کر ہر دو گھنٹہ بعد جب متلی اور قے میں افاقہ ہو جائے پھر دن میں صرف تین بار

Masood® SINCE 1922

مسعود ادویات — معیار کی علامت




www.freepdfpost.blogspot.com

Masood

مینولا ٹانک برائے کمزوری ولاغرپن

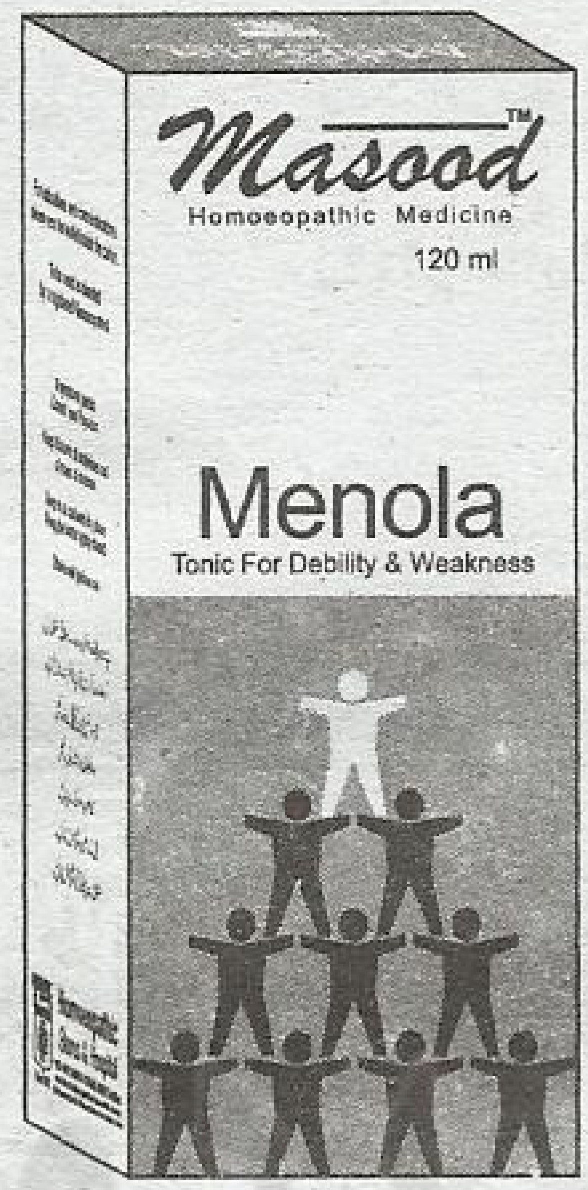


خون کی کمی بعداز علالت بدنی اخراجات کے ضائع ہونے کے اثرات کو دور کرتا ہے۔

پیشکش: 120 ملی لیٹر
قیمت: 50 روپے

انفا بلوم سیرپ برائے اطفال

بچوں کی بہترین نشوونما کیلئے بھوک اور ہاضمہ میں باقاعدگی کا ضامن

پیشکش: 60 ملی لیٹر
قیمت: 40 روپے

HR 2 ایکٹی رون

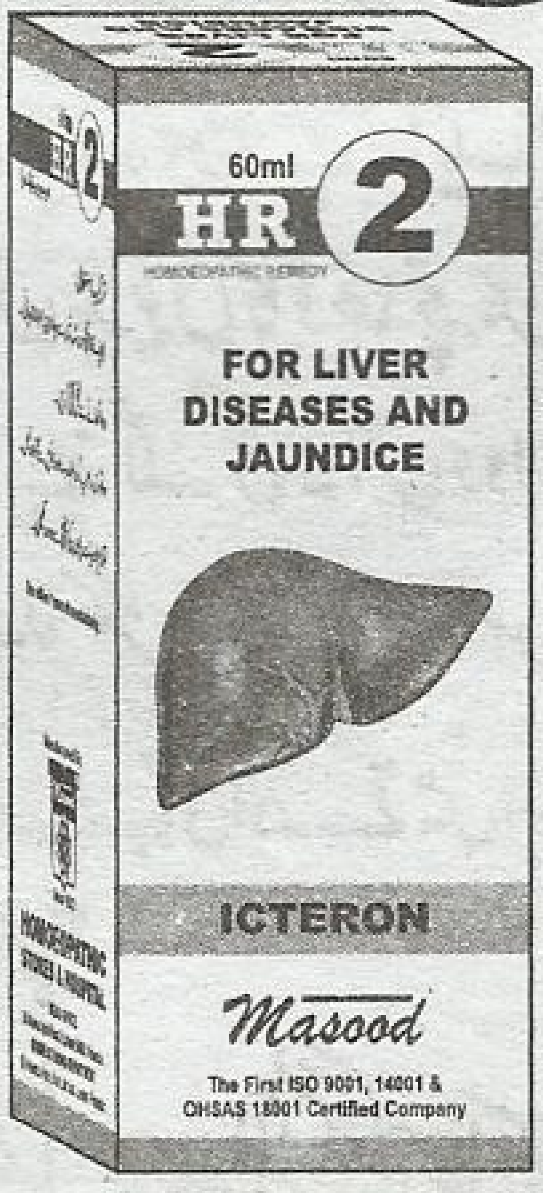


یرقان، سوزشِ جگر (ھیپاٹائیٹس) اور جگر کے سکڑ جانے پر کارآمد ہے۔

پیشکش: 60 ملی لیٹر
قیمت: 120 روپے

ڈائیرنال
اینٹی ڈائیریل سسپینشن

اسہال پیچش، پیٹ میں درد اور مروڑ کے علاج میں مؤثر ہے۔

پیشکش: 120 ملی لیٹر
قیمت: 50 روپے

Masood
Since 1922

ہومیو پیتھک سٹورز اینڈ ہاسپٹل
HOMOEOPATHIC STORES & HOSPITAL

HEAD OFFICE:
30-Allama Iqbal Road, Lahore 54000, Pakistan.
MANUFACTURING DEPTT.:
56-Industrial Area, Kot Lakhpat, Lahore. Pakistan.



www.freepdfpost.blogspot.com

یادرفتگان

# علم وعرفان کی تابندہ شمع
# حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ ہومیوپیتھی کے مربّی

خالد مسعود قریشی

## اسلاف کی یادگار:

حضرت قبلہ مفتی محمد حسنؒ برصغیر پاک و ہند میں اسلاف کی یادگار، عالم بے بدل سالک طریقت، صاحب معرفت، مرکز رشد و ہدایت اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ ان کے وصال سے علم وعرفان کا ایک باب بند ہو گیا اور حکمت و معرفت کا ایک سوت خشک ہو گیا۔

ڈاکٹر محمد مسعود قریشی حضرت قبلہ سے نیاز مندانہ تعلق رکھتے تھے اور ہفتہ میں ایک دن بالعموم مجلس وعظ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے تھے۔ انہیں حضرت والا کے جسمانی معالج ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا۔

اللہ اللہ جسمانی معالج نے کبھی اس روحانی معالج سے تکالیف کا شکوہ نہیں سنا۔ حضرت کی زبان پر حرفِ شکایت کبھی نہیں آیا۔ ان حالات میں دوا کے لیے مرض کی تشخیص کس قدر مشکل ہو سکتی ہے، اس کا اندازہ بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے۔ ان کے متبسّم چہرہ نے عوارض کی شدت کے دوران بھی تیمارداروں کو محسوس نہیں ہونے دیا کہ مادی جسم کن کن عوارض سے دوچار ہے۔ صبر و تحمل کا یہ مرقع اس سے قبل کبھی آنکھوں کے سامنے نہیں آیا تھا۔

## روح تابندہ:

ذیابیطس کے مریضوں میں تلون مزاجی اور شدت غیض ایک فطری تقاضا ہے۔ مرض کی کہنگی بالعموم انسانی مزاج میں چڑچڑاپن پیدا کر دیا کرتی ہے مگر حضرت کے ہاں غصہ نام کو نہ تھا۔ شکوہ سنجی اور قنوطیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اُن کے نورانی اور پُرکیف تبسّم نے ہر مایوس کو امید اور پریشان حال کو طمانیت بخشی۔ آنے والا درد و غم لے کر آیا مگر راحت و سکون کے ساتھ لوٹا۔ شکایات لے کر آیا مگر شکر لے کر چلا۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے حضرت انسان سب سے زیادہ کمزور، نازک اور حسّاس واقع ہوا ہے۔ اس اشرف المخلوقات میں سے کسی کے سر میں درد ہونے لگے تو اس وقت تک چین نہیں پڑتا جب تک کوئی سر کے درد کی ٹکیہ نہ کھالی جائے اور اس کا اثر نہ شروع ہو جائے۔

اسی طرح آنکھ میں موتیا اُتر آئے تو جب تک آنکھ کے اندر اور باہر مخصوص ادویات کا ٹیکہ نہ لگا دیا جائے اس موتیے کے پردے کو صاف نہیں کیا جا سکتا، ہٹایا نہیں جا سکتا۔ دانت نکالے بغیر چارہ نہ ہو تو دانت کو نکالنے کے لیے پورے جبڑے کو ٹیکہ لگا کر بے حس کرنا پڑتا ہے۔



www.freepdfpost.blogspot.com

گویا ہر طرح کی سرجری کے لیے یا تو مخصوص حصے کو بے حس کرنا پڑتا ہے یا پھر بڑی سرجری کے لیے انسان کو مطلوبہ عرصے کے لیے بے ہوش کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان ایک خاص حد تک تو درد کو برداشت کر سکتا ہے لیکن اگر درد اس حد سے تجاوز کر جائے تو پھر برداشت کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

لاہور کے معروف ہسپتال یعنی میو ہسپتال کے معروف اور ماہر سرجنوں کے نزدیک مفتی صاحب کی ٹانگ کو کاٹ کر ان کے جسم سے جدا کر دینا ان کی زندگی بچانے کے لیے بے حد ضروری ہو چکا تھا مگر اللہ سے محبت کرنے والی اس شخصیت نے، ہر حال میں اس کا شکر ادا کرنے والی اس ہستی نے اور ہر امتحان کے دوران میں صبر کرنے والے اس بندۂ خدا نے جسم کے نچلے حصے کو بے حس کر دینے والی ادویات کا ٹیکہ لگوائے بغیر یا بے ہوشی کا ٹیکہ لگوائے بغیر بلا جبر و اکراہ اور بہ قائمی ہوش و حواس ٹانگ کو کاٹ کر جسم سے جدا کر دینے کے سارے عمل کو نہایت خاموشی، اطمینان اور صبر سے برداشت کر کے سب متعلقہ سرجنوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ اس سارے عمل کے دوران میں درد ان کے جسم پر کوئی منفی اثر مرتب نہ کر سکا۔

ایسی ہی شخصیات کے بارے میں شاعر نے کہا تھا:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

یہ واقعہ جناب اشفاق احمد نے اپنی تصنیف ''بابا صاحبا'' میں بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

urduraj.com

مفتی محمد حسن صاحب کی ٹانگ پر کوئی پھوڑا تھا بہت ہی زہریلے قسم کا جس کی جڑیں ان کی ٹانگ کے اندر دور دور تک پھیل گئی تھیں۔ میرے اباجی اور ماموں جب بھی ملتے، جہاں بھی ملتے اور جب بھی کوئی بات کرتے وہ مفتی صاحب کی بیمار ٹانگ کے بارے میں ہوتی۔ میرے اباجی چونکہ امراض جلد کے ماہر ڈاکٹر تھے اس لیے انہوں نے اپنا پورا زور لگا کر تین مرتبہ ایسے مرہم تیار کیے جن سے شفا لازمی تھی اور جن کی دو پٹیوں کے بعد ہی مفتی صاحب کی بیمار ٹانگ میں صحت مندی کے آثار نمایاں ہو جانے تھے لیکن ان کی ہر پٹی ناکام رہی اور ہر مرہم بیماری کا بال بھی بیکا نہ کر سکا۔ یہ دونوں بزرگ مفتی صاحب کی ماؤف ٹانگ کا اس دردمندی کے ساتھ ذکر کرتے تھے اور اس ذکر میں ان کی بیماری کی ایسی ایسی تفصیلات سامنے آتی تھیں جنہیں سنکر ہم جیسوں کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔

اباجی بتاتے تھے کہ مفتی محمد حسن صاحب کی ٹانگ پر ایک ایسا زہریلا پھوڑا تھا جس سے سمی رطوبت خارج ہو ہو کر ان کی ساری ٹانگ میں سرایت کر گئی تھی۔ اس زہر نے پوری پنڈلی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور جلد کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے بھڑوں کا چھتہ ہو۔ یہ ایسا کریہہ اور تکلیف دہ منظر تھا کہ مفتی صاحب کسی کو اپنی بیمار ٹانگ دیکھنے نہیں دیتے تھے۔ کمرہ بند کر کے یا تو خود اس کی مرہم پٹی کرتے یا کسی معتمد خاص سے کراتے۔ میرے والد نے کئی مرتبہ ان کے ناسور کو دیکھا تھا اور بحیثیت ایک ڈاکٹر کے جو کچھ بھی اس کے لیے تجویز کیا تھا وہ سب اکارت ثابت ہوا تھا اور ٹانگ کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جا رہی تھی۔

مفتی صاحب ایک شدید اور جانکاہ تکلیف میں سے گزر رہے تھے اور ان کے چاہنے والے اس صورتحال سے اور بھی پریشان ہوتے تھے کہ جب مفتی صاحب سے بیماری کا حال پوچھا جاتا تو ہمیشہ ''الحمد للہ'' کہہ کر یہی فرماتے تھے کہ پہلے سے بہتر ہے۔ ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے۔ باقاعدگی سے درس دیتے اور آنے والوں کے ساتھ حق میزبانی خندہ پیشانی کے ساتھ ادا کرتے۔ اباجی کا خیال تھا کہ وہ ٹانگ فوراً کٹنی چاہیے کیونکہ ناسور کا زہر سارے جسم میں پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ حکیم محمد حسن قرشی اور ڈاکٹر جمعیت سنگھ، پروفیسر میڈیکل کالج لاہور کی بھی یہی رائے تھی۔ اس کے علاوہ



www.freepdfpost.blogspot.com

اور بہت سے معالجین تھے جن کی یہی رائے تھی کہ ٹانگ فوراً کاٹ دینی چاہیے۔

چنانچہ معالجین کے اصرار پر مفتی صاحب ٹانگ کٹوانے پر رضامند ہوگئے۔

سرجری میں لے جاکر اور مفتی صاحب کو آپریشن ٹیبل پر لٹا کر جب ڈاکٹروں نے انہیں بے ہوش کرنے کے لیے ٹوپی چڑھانا چاہی اور ٹیکہ دے کر بے سدھ کرنے کی تیاری کی تو مفتی صاحب نے فرمایا ''اس کی ضرورت نہیں، مجھے میرے حال پر چھوڑ کر اپنا کام شروع کیجیے۔''

اب ڈاکٹر، سرجن، انستھیسی ایسٹ حیران کھڑے تھے اور مفتی صاحب اصرار کر رہے تھے کہ دوائے بے ہوشی دینے کی چنداں ضرورت نہیں، آپ اپنا کام جاری کریں۔

سب ڈاکٹر حضرات ان کے جاننے اور ماننے والے تھے جو نہیں جانتے تھے، ان پر مفتی صاحب کے روحانی جاہ وجلال کا کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ بھی کچھ نہ بول سکے۔ چنانچہ مجبوراً بے ہوش کیے بغیر ران کاٹنا شروع کی۔ ڈاکٹر امیر الدین سرجن ران کاٹ رہے تھے۔ انستھیسی ایسٹ نبض ہاتھ میں لے کر خوفزدہ بیٹھے تھے اور چھوٹے ڈاکٹر اور طالب علم حیرت سے یہ انوکھی سرجری دیکھ رہے تھے۔

اس آپریشن میں تقریباً ایک گھنٹہ لگا اور مفتی صاحب جس بشاشت کے ساتھ آپریشن روم میں داخل ہوئے تھے اس سے بہتر پررونق اور منور چہرہ لے کر سٹریچر پر باہر نکلے۔ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں مفتی صاحب نے خود بتایا کہ جب میری ٹانگ کاٹی گئی تو ڈاکٹروں کو اندیشہ تھا کہ میں جانبر نہیں ہوسکوں گا۔ ڈاکٹر امیر الدین صاحب بھی گھبرائے ہوئے تھے اور ٹانگ کاٹ رہے تھے۔ ڈاکٹر ریاض قدیر بھی خوفزدہ تھے اور ٹانکے لگا رہے تھے اور کرنل ڈاکٹر ضیاء اللہ نبض ہاتھ میں لیے حیران ہو رہے تھے کہ ابھی زندگی کے آثار باقی ہیں۔ وہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں بھی پریشان ہوں گا لیکن میرے لیے تو یہ یوم عید تھا۔

کوئی صاحب جو ان کے آپریشن کے بعد بیمار پرسی کے لیے آئے تھے، ان سے کہا ''دیکھئے حضرت! انسان پر جو حالات آتے ہیں وہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایسے حالات جو طبیعت کے مطابق ہوں اور خوش کن ہوں۔ دوسرے وہ حالات جو طبیعت کے منافی ہوں اور ناگوار ہوں تو ان حالات میں عبدیت یہ ہے کہ یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ مجھے قرب عطا فرمانا چاہتے ہیں۔ خوشگوار حالات پر تو شکر کروں گا اور ناگوار حالات پر صبر کروں گا۔''

حضرت کی مجلس میں کبھی کسی نے حرفِ شکایت نہیں سنا۔ گلہ وغیبت جو عام مجلسوں کا خاصا ہوتا ہے، یہاں اس کا دخل نہ تھا۔ کوئی فرد نہ کبھی ہدف تنقید بنا نہ ہدف ملامت۔ عام طور پر ملک کے مجلسی خلفشار یہاں طے ہوتے۔ علماء نے کٹھن منزلوں میں اُن کے آستانہ کی طرف رجوع کیا۔ تدوین آئین کی مجالس، آئین کمیشن کے لیے مطالبات کے مشورے، ازدواجی کمیشن کی سفارشات پر مشوروں کے جلسے۔ مسئلہ قربانی پر علماء کے موقف کے فیصلے انہی کی خدمت میں بیٹھ کر طے ہوئے۔ اس موضوع اور مجلس کے رازہائے درون پر کوئی عالم وصاحب راز ہی بہتر روشنی ڈالنے کا حق رکھتے ہیں۔ اس لیے ہمارے لیے سکوت ہی اولیٰ ہے۔

## خلاصہ حیات:

قبلہ مفتی محمد حسنؒ راولپنڈی کے قریب حسن ابدال کے مضافات میں موضع مل پور میں پیدا ہوئے مگر انہوں نے اپنے مرشد کی وضع قطع، نشست وبرخاست، حدیہ ہے کہ انداز گفتگو میں کچھ یوں نقل فرمائی کہ کوئی ان کے پنجابی نژاد ہونے کا اندازہ نہیں کرسکتا تھا۔

آپ کے والد مغفور مولانا اللہ داد اپنے وقت کے جید عالم اور معروف محدث تھے۔ ان کے عالی مقام فرزند نے باپ کی میراث کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ ملک کے گوشے گوشے بلکہ ہمسایہ ممالک کے دور دراز کونوں تک پہنچایا۔ ارادت مندوں اور خلفاء کا ایک وسیع حلقہ پھیلا دیا۔



www.freepdfpost.blogspot.com

آپ نے ابتدائی تعلیم حسن ابدال میں حاصل کی۔ تکمیل برصغیر پاک و ہند کے مرکز علمی دارالعلوم دیو بند میں کی۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی، مولانا غلام مصطفےٰ صاحب اور مولانا محمد معصوم صاحب جیسے اساتذہ اور بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔
سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد ایک لمحہ ضائع کیے بغیر تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مسجد خیر الدین امرتسر کو مرکز بنایا۔ جب تک ظلم وستم کے جابر ہاتھوں نے انہیں مجبور نہیں کر دیا 1947ء کے وسط تک امرتسر کو نہ چھوڑا۔ یہاں جمعہ کے خطبات، روزانہ بعد نماز فجر کے درس قرآن دن بھر تعلیم و تعلم کی مجالس۔ افتاء کی مسند اور رشد و ہدایت کی محفلیں ہر مقامی اور مسافر کے لیے مشعل راہ ہیں۔

## جامعہ اشرفیہ کا قیام:

امرتسر سے ہجرت فرمائی تو لاہور کو مرکز بنایا۔ پاکستان کے گوشے گوشے سے طالبان حق خدمت میں پہنچتے اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق اکتساب فیض کرتے۔ مسجد نیلا گنبد کے متصل ایک عالیشان متروکہ عمارت میں درسگاہ کا آغاز فرمایا۔ چند سال بعد فیروز پور روڈ پر اچھرہ میں ایک وسیع و عریض قطعہ اراضی حاصل کر کے عالیشان عمارات شروع کر دیں۔ اس عظیم الشان مرکزی دینی اور تعلیمی ادارہ کو اپنے مرشد طریقت اور روحانی پیشوا کی نسبت سے ''جامعہ اشرفیہ'' کا نام دیا۔
جامعہ اشرفیہ واقعی ملک کی ایک منفرد اور مرکزی دینی درسگاہ ہے۔ جس میں ایک عظیم دینی یونیورسٹی بننے کی تمام صلاحیتیں موجود ہیں۔ طلبہ کی ایک بڑی تعداد کے علاوہ مجمع العلوم اساتذہ کی موجودگی اس کے مقام کو بہت ممتاز اور بلند کر دیتی ہے۔ یہ حضرت کی ایک روحانی اور علمی یادگار ہے۔

## ہومیو پیتھک ہسپتال کا افتتاح:

العلم علم الابدان وعلم الادیان کے الفاظ میں علم کے خطوط کا تعین کیا گیا ہے یعنی ''علم نام ہے۔ اجسام انسانی اور مذاہب روحانی کی دریافت و شناسائی کا۔'' حضرت مفتی صاحب قبلہ کے ہاتھوں اللہ پاک نے اس حقیقت کی عملی تعبیر یوں کرائی کہ ایک مذہبی ادارہ جامعہ اشرفیہ کی تاسیس و تعمیر فرمائی تو دوسری طرف ہومیو پیتھک ٹرسٹ ہسپتال (جسمانی عوارض کے دارالشفاء) کا افتتاح فرمایا۔
آپ نے اس دارالشفا کا افتتاح محض رسماً نہیں فرمایا بلکہ بطور تبرک جیب خاص سے عطیہ بھی پیش فرمایا۔ بے ساختہ ہاتھ اٹھا کر پرخلوص دعا فرمائی۔ حضرت کی یادگاری تصویر اس منظر کی عکاسی کر رہی ہے۔ رجسٹر معائنہ میں پہلا اندراج اپنے قلم سے ان الفاظ میں فرمایا:
''احقر محمد حسن۔ یہاں آ کر دل خوش ہوا۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس شفا خانہ کو دارین کے لیے مفید فرمائیں۔'' تقریباً ہر ہفتہ مجلس وعظ میں ڈاکٹر محمد مسعود قریشی سے ہسپتال کا حال دریافت فرماتے اور دعا فرماتے۔

## دعائے عاجزانہ:

وہ مقدس ہاتھ جو ہم عاجزوں کے واسطے دعا کے لیے اٹھتے تھے، آج ہم سے تقاضا کر رہے ہیں کہ فاتحہ و دعائے خیر کے لیے ہم اپنے لرزاں ہاتھ بلند کریں۔ ''اے خدائے حی و قیوم! ہم سب کو توفیق دے کہ ان کے مبارک نقش قدم پر چلیں۔ اُن کی روشن کی ہوئی علم کی شمع کو تابندہ رکھ۔ اُن کے افتتاح کیے ہوئے ہومیو پیتھک ہسپتال کو پائندہ رکھ۔ ہم سب کو فکر صحیح، علم درست اور تبلیغ حق کی توفیق عطا کر۔'' (اللھم اغفرہ و رحمہ. آمین)



www.freepdfpost.blogspot.com

# کلیات ہومیو پیتھی کا سرسری تجزیہ

ہومیو پیتھک ڈاکٹر الطاف حسین

(یہ مضمون سوسائٹی آف ہومیو پیتھس پاکستان کے بیورو آف فلاسفی کے اجلاس منعقدہ 10 اگست 1958ء میں پڑھا گیا)

ہماری دنیا بھی ایک ایسا طلسماتی عجائب خانہ ہے کہ اس میں انسان تصویر حیرت بنا ہوا ہے اور یہ حیرت زدہ انسانی فطری تقاضے کے تحت اپنی حیرت کی تسکین کے سامان کی فراہمی میں کوشاں ہے۔ اس لیے وہ ہر وقت اس دھن میں سرگرداں ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس عالم کے معمہ کی حقیقت کا اس پر انکشاف ہوتا کہ وہ عجائبات قدرت کو سمجھے اور ان کا علم حاصل کرے۔ اس کے لیے وہ میدان فکر میں کدو کاوش کرتا ہے اور بڑی بڑی علمی مہمات سر کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ ادھر کوئی انسان فطرت کے کسی سر بستہ راز کے متعلق حیرت و استعجاب میں میں محو ہوا اُدھر اس میں اس راز کے اسباب کو سمجھنے کی جستجو ہوئی۔ ہماری اکثر ایجادات اور علوم و فنون کی بنیاد انسان کے اسی جذبہ کی مرہون منت ہیں۔ اگر انسان میں یہ وصف نہ ہوتا تو تمام شعبہ ہائے علم محدود ہوتے اور ہماری یہ دنیا کچھ بھی نہ ہوتی اور بغیر کسی رنگینی کے بالکل سونی ہوتی۔ جس ایجاد یا علم و فن کے متعلق بھی آپ غور فرمائیں تو اس کا محرک یہی انسانی جذبہ آپ کو نظر آئے گا۔ مثلاً سٹیم انجنوں کی ایجاد جو ہماری اس دنیائے تہذیب و تمدن میں ایک انقلاب انقلاب کا باعث ہوئی اسی قسم کے ایک معمولی واقعہ سے ہوئی۔ اس کے موجد نے چولہے کے اوپر ایک برتن کے پاس بیٹھے ہوئے بھاپ یا سٹیم کی قوت کا مشاہدہ کیا تو اس نے تعجب کیا کہ برتن سے ڈھکنا کتنے زور سے اٹھ رہا ہے اور اس بھاپ میں جو پانی جیسی سیال چیز سے پیدا ہوئی ہے، کتنی قوت ہے کہ ڈھکنے کو از خود بڑے زور سے جنبش ہو رہی ہے۔ بس اتنی سی بات تھی جس سے اس کے ذہن رساء نے وہ کام کیا کہ اس کے عظیم الشان نتائج آپ کے سامنے ہیں۔

اسی طرح ہمارے فن عزیز ہومیو پیتھی کی ایجاد کا واقعہ ہے۔ اس کے اصول بھی ایک بہت ہی بڑے مفکّر کے ورطۂ حیرت میں ہونے کی وجہ سے معلوم ہوئے۔ اگر وہ سنکونا کے اثرات کے متعلق حیرت زدہ نہ ہوتا اور پھر اپنی حیرت کی تسکین کی کوشش نہ کرتا تو فطرت کے کتنے رموز نذر جہالت رہتے اور ہم موجودہ ذہنی نشو و نما سے کتنے دور ہوتے۔

اب اس حقیقت کی بدولت جتنے بھی علوم رائج ہوئے ہیں، ان کی علماء نے دو اقسام مقرر کی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہیں جو ''فلسفہ'' کے تحت ہیں اور دوسری وہ جن کا تعلق ''سائنس'' سے ہے۔

اس تمہید کے بعد مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آج کے لیے مجھ سے یہ فہمائش کی گئی ہے کہ کلیات ہومیو پیتھی کا جائزہ بڑے ہی اختصار کے ساتھ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں اور یہ بتاؤں کہ ہومیو پیتھی کا تعلق ہر دو بیان کردہ شعبہ ہائے علوم میں سے کس کے متعلق ہے یعنی کیا اس کا تعلق فلسفہ سے ہے یا سائنس سے۔ یہ مقالہ اسی ارشاد کی تعمیل ہے جس کا عنوان ہے ''کلیات ہومیو پیتھی کا سرسری تجزیہ''۔



www.freepdfpost.blogspot.com

اس ضمن میں سب سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صاحبان علم وفن کے سامنے ''سائنس وفلسفہ'' کی مختصر تشریح بیان کی جائے اور اس کے بعد اس تشریح کی روشنی میں چند ایک ہومیو پیتھی کے قوانین کا جائزہ لیا جائے کہ وہ اس میں سے کس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

''سائنس'' ایک ایسا منظم علم ہے جس کا انحصار صحیح اور باضابطہ ایسے تجربات اور مشاہدات پر ہے جن کا ادراک حواس خمسہ کو ہوتا ہے۔ ان مشاہدات کی بنا پر علوم منضبط ہوتے ہیں اور باقاعدہ اصول مقرر کیے جاتے ہیں۔ مثلاً سیارگان کی حرکت کا آنکھ مشاہدہ کرتی ہے اور اس مشاہدہ کے بعد جو حقائق معلوم ہوئے ان کی رو سے علم فلکیات کی بنیاد ہوئی یا آواز کے زیروبم کا قوت سامعہ کو پتہ چلتا ہے اور اس سے کئی ایک قوانین بنائے گئے۔ جسم انسانی کی ساخت اور اس کے اعضا کے افعال حواس خمسہ کی مدد سے معلوم ہونے پر کئی ایک علوم جو طب سے متعلق ہیں، معرض عمل میں آئے۔ اسی طرح دیگر علوم کی یہی کیفیت ہے لیکن اس کے برعکس جن حقائق کا ادراک ممکن نہیں وہ سائنس کے دسترس اور حد عمل سے باہر ہیں۔ اسی لیے سائنس کا دائرہ جزوی اور محدود ہے۔

''فلسفہ'' ایک ایسا شعبہ علم ہے جس کے ذریعہ معلومات سے مجہولات کا پتہ چلتا ہے یعنی دیکھی چیزوں سے اَن دیکھی چیزوں کی واقفیت ہوتی ہے۔ جیسے موجودات عالم کو دیکھ کر اس اَن دیکھی ہستی کی طرف ذہن منتقل ہوا کہ ان چیزوں کو بنانے والا کوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اَن دیکھی ہستی کا خواس خمسہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کو دلائل کے ذریعے ناقابل احساس اور غیر مادی اسباب نے چشم عقل سے دیکھا نہ کہ کسی حس ظاہری کے ذریعے اس کو جانا۔ دوسرے الفاظ میں اس کا یہ مطلب ہوا کہ ''فلسفہ'' کی بنیاد عقل پر ہے۔ اس لیے جہاں تک عقل پہنچ سکتی ہے وہاں تک فلسفہ کی رسائی ہے۔ اس کی حدود کی وسعت ''سائنس'' کی نسبت بہت زیادہ ہے۔

ان تشریحات کے بعد آئیے اب قوانین ہومیو پیتھی کا جائزہ لیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ علم الطب مختلف طبی علوم مثلاً علم کیمیا، علم افعال اعضاء، علم تشخیص امراض وغیرہ کا مجموعہ ہے۔ یہ تمام علوم سائنس سے متعلق ہیں لیکن موجد ہومیو پیتھی نے جو اپنے زمانے کا بڑا بھاری سائنسدان تھا، ان تمام سائنسی علوم کو ناکافی خیال کیا اور بڑے ہی تدبر و تفکّر کے بعد چند نظریئے ایسے قائم کیے جن کا تعلق محض فلسفہ سے تھا۔ سائنس اور فلسفہ دونوں کی ترکیب سے ایک ایسے فن کو ایجاد کیا جس کہ نظیر پہلے طبی دنیا میں نہیں تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہومیو پیتھی اپنے فلسفہ ہی کی وجہ سے بالکل امتیازی رنگ اختیار کیے ہوئے ہے۔ اس کے تمام اصول دوسرے طبی علوم سے بالکل علیحدہ ہیں۔ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ''فلسفہ'' کے تحت علوم کی تدوین کے سلسلے میں حیرت کا جذبہ بہت وسیع پیمانے پر ہوتا ہے اور چونکہ حواس سے ماوریٰ زیادہ تر قیاس پر ہی انحصار ہوتا ہے اس لیے اکثر محض ڈھکوسلے اور غلط نظریات قائم ہو جاتے ہیں۔ یہی کیفیت ہومیو پیتھی میں بھی ہو سکتی ہے لیکن چونکہ اس کے کلیات کے اثبات میں ٹھوس عقلی دلائل ہیں۔ نیز عملی صورت میں بھی یہ پورے اترتے ہیں۔ اس لیے ان کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

اب ہومیو پیتھی کے اصولوں میں سے میں نے اپنے مطلب کی وضاحت کے لیے صرف دو باتوں کا انتخاب کیا ہے اور وہ یہ ہیں پہلی ''امراض کی نوعیت'' اور دوسرے ''طریقہ دواسازی''۔ ان کے متعلق پہلے یہ بیان کرنا ہے کہ ان دونوں میں کس طرح محض فلسفہ ہی بنیاد ہے اور ظاہر بین نگاہ ان کی حقیقت سمجھنے میں اس وقت تک بالکل عاجز ہے جب تک فلسفہ کی روشنی میں ان کو عقل و درایت سے نہ پرکھا جائے۔

ان دونوں مذکورہ اصولوں میں سے ''طریقہ دواسازی'' کو ایک مصلحت کی بنا پر مقدم کیا جاتا ہے۔ اس اصول میں بغیر غور کرنے کے یہ بات عیاں ہے کہ اس میں ''سائنس'' کا ذرہ بھر بھی دخل نہیں۔ سائنس تو اس کو بالکل مہمل قرار دیتی ہے کیونکہ سائنس دان تو علم ہندسہ کی جہت سے پرکھیں گے۔ وہ حساب لگائیں کہ دوا میں کتنی کم از کم مقدار خوراک ہونی چاہیے جو ازالہ امراض کے لیے کافی ہو لیکن یہاں ہومیو پیتھی میں اس بات کا سوال نہیں۔ تصور فرمائیے کہ ہومیو پیتھک طریقہ سے تیار کی ہوئی دوا کی تیس پوٹنسی کے ایک قطرہ میں اصل دوا کی مقدار کتنی ہوتی ہے۔ اگر وہ اتنی ہی



www.freepdfpost.blogspot.com

بے حقیقت اور بے مقدار ہے تو ''سائنس'' اپنے محدود پرواز تخیل سے یہ سوچتی ہے کہ اس پوٹنسی میں دوا کی تاثیر کیا باقی رہی ہے جب کہ یہ بالکل قابل شمار نہیں۔ کسی ہومیو پیتھ نے خدا جانے تخمینہ لگایا ہے یا نہیں لیکن سائنسدان جو فلسفہ کے انکاری ہیں، وہ اس اصول پر استہزا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک مقتدر ڈاکٹر سمپسن (جو منکرین ہومیو پیتھی میں سے ہیں) کے بیان کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

At the 6th dilution had the entire original grain been furnished with its proper amount of alcohol that quantity could have amounted to thirteen crore gallons; at the 12th to a sea six times the size of the mediteranean; at the 15th of forty-six thousand times the whole water contained in all the oceans of the globe; at the 30th dilution to a quantity sufficient to make one hundred and fōrty billion spherical masses extending from limit to limit of Neptune's orbit or a quantity equal to many hundred spheres, each with radius extending from the earth to the nearest fixed star."

اب میں پوچھتا ہوں کہ کیوں بندہ نواز کیا مخالفین کے اس اندازہ میں کوئی مجال دم زدن ہے۔ کم از کم مجھے تو اس سے کوئی انکار نہیں۔ اسکو اگر آپ مبالغہ بھی خیال فرمائیں تو اس سے کچھ اونچی پوٹنسی کے لیے تو یہ اندازہ درست ہوسکتا ہے۔ اب اگر یہ صحیح ہے تو پھر بہت اعلیٰ طاقتوں 200-1000 وغیرہ کے لیے کیا تخمینہ لگانا محال عقلی نہیں، اس لیے جب یہ صورتحال ہے تو سائنس کی رو سے ہومیو پیتھی کا یہ قانون تقلیل "Law of Attenuation" بالکل مہمل ہے کیونکہ پوٹنسی میں دوائیہ اثرات معلوم کرنے میں حس ظاہری کا کوئی دخل نہیں۔ اتنی لامحدود آمیزش کے بعد نہ اصل دوا کا رنگ باقی رہا نہ بو۔ اگر دوا کوئی از قسم تیزاب تھی یا زہر تو اس کی کسی خصوصیات کا جو خام حالت میں اس میں پائی جاتی تھیں، نام ونشان تک نہیں رہا لیکن اس کے باوجود آپ جانتے ہیں کہ تقلیل سے تقلیل شدہ دوا بھی کتنی سرعت سے عمل کرتی ہے۔ اس کو صرف آپ نے وجدان اور فلسفہ سے معلوم کیا۔ تجربہ سے جانا کہ جتنا تقلیل کا عمل زیادہ کیا گیا اتنا ہی اس دوا میں گہرا اثر پیدا ہوا۔

حیرت بالائے حیرت تو یہ ہے کہ اگر کوئی دوا نسبتاً چھوٹی طاقت میں بے اثر ثابت ہورہی ہے یا عارضی شفا دے رہی ہے تو وہی دوا مقابلتاً بڑی طاقت میں شفا کامل بھی دیتی ہے اور اس کے مستقل اثرات بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک دوا 1000 پوٹنسی میں پورا کام نہیں کرتی تو وہی دوا دس ہزار طاقت میں اس مریض میں مکمل شفا کا موجب ہوسکتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا یہ مطلب ہوا کہ شفا کا انحصار دوا پر نہیں بلکہ محض عمل تقلیل پر ہے۔ یہ حقائق جو روزمرہ مشاہدہ میں آتے ہیں، بہت زیادہ موجب حیرت ہیں۔ سائنس چونکہ اپنے محدود وسائل کے ہوتے ہوئے ان کے اسباب معلوم کرنے سے قاصر ہے۔ وہ اس کا سرے سے انکار ہی کرتی ہے لیکن عقل کو جب حیرت واستعجاب میں ان کے متعلق الجھن درپیش ہوئی تو اس نے ان امور کو سمجھنے کی کوشش کی اور نظریات قائم کیے۔ اگرچہ اس زیر بحث اصول کے اثبات میں جیسا کہ آپ جانتے ہیں بیشتر عقلی دلائل ہیں لیکن طوالت اور ان کے بیان سے تضیع اوقات کے خوف سے صرف اس بیان پر اکتفا کرتے ہوئے آپ کی توجہ دوسرے انتخاب کردہ اصول کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے جس کی تشریح بذات خود مذکورہ قانون تقلیل کی دلیل قطعی ہوگی۔

اس لیے اس کے مقابل اب ہومیو پیتھی میں امراض کی نوعیت کو مدنظر رکھیں۔ خصوصاً موروثی امراض جن کی بھی یہی کیفیت ہے جیسے ہومیو پیتھک طریقہ سے تیار کردہ دوا کی اس ضمن میں تمام مبادیات اور مقدمات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ فرض کیجیے کہ ایک بواسیر کے مریض کے اجداد بھی اس مرض میں مبتلا تھے جس کو اس نے وراثتاً حاصل کیا عین عالم شباب میں یہ ظاہر ہوئی۔ اس سے پہلے



www.freepdfpost.blogspot.com

یعنی بچپن میں اس کا کوئی نام ونشان بھی موجود نہ تھا۔ اس مثال سے آپ ذرا تصور فرمائیں کہ ایک بچہ باپ کا کتنا جزو ہوتا ہے۔ ایسا جزو جو کسی گنتی وشمار میں آ ہی نہیں سکتا اور اس جزو میں جو ہر مرض کتنا جس کی حقیقت تصور کی حدود سے ماورا ہے۔ تاحال جتنے بھی آلات ایجاد ہوئے ہیں وہ بالکل بے کار ہیں، ان سے مقدار مرض معلوم ہونا تو درکنار یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک مریض اور صحت مند کے نطفوں میں کوئی فرق بھی ہے یا کہ نہیں۔

مزید غور فرمائیں کہ مادی لحاظ سے بچہ کی تشکیل وبناوٹ میں جتنا مسالہ صرف ہوا وہ سب شکم میں ماں سے حاصل کردہ ہے۔ اس وقت بھی مرض موجود ہے مگر ظاہر نہیں۔ تولد کے بعد نمو کی منازل طے ہو رہی ہیں۔ تغذیہ سے نشوونما ہو رہی ہے۔ جسم میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ شباب تک پہنچتے پہنچتے خلیات کے لاتعداد چولے بدلے گئے۔ کمی ہوتی رہی۔ ساتھ ساتھ نئے نئے مسالہ جات شامل ہوتے رہے۔ اس طرح بے حد وحساب آمیزش ہوئی۔ یہاں مرض جو قوت حیات کے عمل سے پنہاں تھا، ظاہر ہوا۔ اب دنیا کے حساب دانوں کو اکٹھا کیجیے کہ وہ حساب لگائیں کہ آمیزش میں اور اس جوہر مرض میں جو باپ کے جزو میں تھا کتنا تناسب ہے؟ مخالفین نے دوا کے جزو کا اندازہ لگانے میں تو کاوش ضرور کی اگر یہاں بھی ریاضی دانی فرمائیں تو تب جانیں لیکن اس معاملہ میں سائنس دان بالکل عاجز ہیں۔ مرض کی مقداری حقیقت کا اندازہ لگانا ان کے بس کا روگ نہیں کیونکہ یہ واقعیت ہے کہ کائنات کی بنیادی حقیقتیں یعنی Ultimate realities اب تک سائنس کی دسترس سے بالکل باہر ہیں اور گمان غالب ہے کہ ہمیشہ یہ اس کی گرفت سے باہر رہیں گی۔

بیان ماسبق میں دوا کی تیاری کے سلسلہ میں جو اقتباس پیش کیا گیا ہے اس میں Original Grain کی حقیقت کا تو اندازہ ایک حد تک ہو سکتا ہے لیکن نطفہ میں امراض کے جزو کی مقداری حقیقت کا تخمینہ لگانا بالکل ناممکن ہے۔ اس کے بعد اس جوہر مرض میں شباب کی منزل تک پہنچتے پہنچتے اسی طرح بے حساب آمیزش ہوئی جس طرح ایک تقلیل شدہ دوا میں ہوتی ہے یعنی آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ مرض ایک نسل سے دوسری نسل میں دوا کی طرح Potentize ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ اب جب امراض کی یہ کیفیت ہے تو اس کے لیے دوا کی تیاری میں بھی وہی اہتمام ہونا چاہیے ورنہ یہ غیر طبعی ہے کہ خام ادویہ موروثی امراض کا ازالہ کریں۔

اس بیان سے فلسفہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور کئی ایک سائنس کی رو سے لاعلاج امراض کا دفیعہ ممکنات کی حدود میں آتا ہے۔ اگر صرف سائنس ہی کا عمل دخل ہو تو ان امراض کا علاج ہو ہی نہیں سکتا جن کا حواس پتہ لگانے سے قاصر ہوں۔ اب حقیقت یہ ہے کہ انسان مرکب ہے۔ اس میں علمی وعملی ترقی کی بھی صلاحیت ہے۔ یہ صلاحیت اور قابلیت کا جوہر محدود نہیں، لامحدود ہے۔ ان دونوں شعبہ ہائے کے امراض بھی الگ الگ ہیں۔ سائنس کا تعلق اس کے صرف مادی شعبہ سے متعلق ہے، وہ بھی پورے طور پر نہیں۔ جو لوگ انسان کو صرف بمنزلہ مادی جسم کے سمجھتے ہیں وہ اندھیرے میں ہیں۔ اگر اس کی حیوانی زندگی کے علاوہ کوئی دوسرا شعبہ نہ ہوتا تو اس کے امراض کے علاج کے لیے بس علم سائنس کافی ہوتا لیکن اس صورت میں یعنی عقل کے فقدان میں کوئی بھی علم مرتب نہ ہوتا اور نہ اسے خود امراض کے علاج کا شعور ہوتا کیونکہ انسان بھی مثل بہائم ہوتا اور اس میں علوم وفنون کی ایجاد کی صلاحیت نہ ہوتی نہ فکر وخیال ہوتا نہ معلومات ہوتیں نہ ان معلومات سے نامعلوم چیزوں کا پتہ چلایا جاتا۔

یہ ہومیوپیتھی کی برتری ہے کہ اس نے ہر دو شعبہ ہائے یعنی سائنس اور فلسفہ دونوں سے استفادہ کیا۔ اگر ایک طرف حسی علوم یعنی سائنس کی بدولت دوران علاج میں نسائج کا خیال رکھا جاتا ہے تو دوسری طرف فلسفہ کا قدم درمیان میں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ بسا اوقات بغیر فلسفہ کے علاج ناممکن ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اکثر مریضوں میں باوجود شدت کی تکلیف کے پیتھالوجی (یعنی سائنس) کی رو سے کسی بھی خرابی کی نشاندہی نہیں ملتی اور اس لیے بھی سائنس بیچاری ازالہ مرض میں بالکل عاجز ہوتی ہے۔ اس وقت فلسفہ کی رو سے علامات ہی مشعل راہ ہو کر عوارض سے نجات کا باعث ہوتی ہیں۔ ان حقائق سے فلسفہ کی افادیت ظاہر ہے۔



www.freepdfpost.blogspot.com

# امراضِ قلب اور پاکستان

ہومیو پیتھک ڈاکٹر جاوید اقبال۔ راولپنڈی

امراضِ قلب جن میں سرفہرست حملہ قلب یا ہارٹ اٹیک ہوتا ہے، دنیا بھر میں اموات کا سب سے بڑا سبب ہے۔ آج سے کچھ عرصہ قبل امراض قلب خصوصاً حملہ قلب یا ہارٹ اٹیک کو امراُ اور رؤوسا کا مرض سمجھا جاتا تھا اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ لوگ جوانی میں عیاشی کرتے ہیں، اس لیے بڑھاپے میں امراضِ قلب کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن موجودہ دور میں اگر اپنے ارد گرد نظر دوڑائی جائے تو یہ مرض آبادی کے تمام طبقوں میں پھیلتا ہوا نظر آتا ہے اور نوجوان افراد بھی اس کی لپیٹ میں آتے چلے جا رہے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت (World Health Organisation) اور عالمی انجمن قلب (World Heart Federation) کے مطابق اس خطے (پاکستان، بنگلہ دیش، انڈیا وغیرہ) میں امراضِ قلب نے ایک وباء کی صورت اختیار کر لی ہے اور ماہرین کے مطابق آئندہ برسوں میں ان کی شرح اور شدت میں مزید اضافہ ہوگا۔ پاکستان میں امراضِ قلب کا ایک اور نہایت افسوسناک اور خطرناک پہلو یہ ہے کہ یہاں پر نسبتاً چھوٹی عمر کے لوگ اس مرض کا شکار ہو رہے ہیں۔ اگر مغربی ممالک کے ساتھ اس شرح کا مقابلہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ پاکستان میں حملہ قلب کی اوسط عمر باقی ممالک سے دس سال کم ہے۔

پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں امراضِ قلب کا حل کیا ہے؟

اس سوال کا ایک ہی جواب ہے کہ ایسے عوامل سے اپنے آپ کو آزاد رکھا جائے جو امراضِ قلب کا باعث بن سکتے ہیں یعنی خوراک میں مناسب ردّوبدل کے ساتھ اپنی زندگی میں مناسب تبدیلیاں لائی جائیں تاکہ ان امراض کو پنپنے کا موقع ہی نہ ملے، ان مناسب تبدیلیوں سے مراد یہ ہے کہ ورزش کی جائے، تمباکو نوشی سے جان چھڑائی جائے، چکنائی اور مرچ مسالے دار کھانوں کی بجائے تازہ سبزیوں اور پھلوں کا استعمال کیا جائے اور تن آسانی کو چھوڑ کر اپنے جسم کو کام میں لایا جائے۔

امراض قلب کی پہلی قسم بچوں میں ماں کے پیٹ میں واقع ہوتی ہے اور یہ دل کے پیدائشی نقائص کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اس کے سدّباب کے لیے حاملہ خواتین کو دوران حمل خصوصی طور پر احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں اور اپنی خوراک کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ بالخصوص دوران حمل بلاوجہ ادویات کھانے سے احتراز کیا جائے اور ایکسرے وغیرہ سے بھی دور رہنا چاہیے۔ ایسے امراض جنہیں پیشگی طور پر روکا جا سکتا ہے جیسے جرمن خسرہ وغیرہ، ان سے بچاؤ کے لیے حفاظتی ٹیکے لگوانے چاہئیں۔

دوسری قسم میں لڑکپن یا نوجوانی کے دور میں ہونے والا گھٹیائی بخار ہے۔ یہ عموماً گنجان آباد ایسے علاقوں کے رہائش پذیر افراد میں ہوتا ہے جہاں پر زندگی کی بنیادی سہولتوں کا فقدان پایا جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں اس مرض کے تقریباً دس سے بارہ لاکھ مریض پائے جاتے ہیں۔ اس مرض میں علاج معالجہ کے بعد جوڑ تو صحیح ہو جاتے ہیں لیکن دل کے خانے خراب ہو جاتے ہیں۔ اس مرض کے سدّباب کے لیے بہتر رہائشی سہولتیں اور بہتر غذائی سہولتیں میسر ہونی چاہئیں۔



www.freepdfpost.blogspot.com

تیسرا اور سب سے عام رگ و دل کا عارضہ بلند فشار خون ہے جس میں ہر چار میں سے ایک فرد مبتلا ہوتا ہے۔ اس عارضے کا اگر مناسب علاج معالجہ اور ضروری احتیاطی تدابیر اختیار نہ کی جائیں تو حملہ قلب، انجائنا، نابینا پن، دل کا فیل ہونا، گردوں کا فیل ہونا اور قبل از وقت موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس عارضے کے سدباب کے لیے مناسب علاج کے ساتھ ساتھ اپنی خوراک میں نمک کو یکسر کم کر دینا چاہیے اور خوراک میں چینی، چکنائی اور گوشت سے بنی اشیاء سے پرہیز کرنا چاہیے۔

چوتھا اور اس زمانے کا سب سے مہلک مرض دل کی نارسائی خون کا ہے جس کے نتیجے میں انجائنا اور حملہ قلب واقع ہوتے ہیں۔ کسی زمانے میں یہ مرض ادھیڑ عمر کا مرض سمجھا جاتا تھا لیکن آج کل 40 سال کی عمر سے قبل ہی افراد اس مرض کا شکار ہو رہے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس عارضے میں مبتلا مریضوں میں سے 30 فیصد افراد کی عمر 40 سال سے کم ہوتی ہے۔ نوے فیصد ناگہانی موت کا سبب یہی مرض ہوتا ہے۔ اس کے سدباب کے لیے ضروری ہے کہ خوراک میں چکنائی، خصوصاً جمی ہوئی چکنائی یعنی چربی، گوشت، چینی اور نمک کو کم کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ تمباکو نوشی سے اجتناب برتا جائے اور روزانہ ورزش کو معمول بنایا جائے۔

دل اور دل کی کارکردگی پر اثر انداز ہونے والے عوامل پر اگر نظر ڈالی جائے تو عموماً ہائی بلڈ پریشر، کولیسٹرول کا بڑھنا، گٹھیا کا مرض، موٹاپا، ذیابیطس، تمباکو نوشی، طرزِ زندگی یا شخصیت کا عمل دخل، ذہنی تناؤ و دباؤ، پستی (ڈپریشن) فکر (انگزائٹی) غصہ، منفی اندازِ فکر، تن آسانی و کاہلی اور موروثی رجحان قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح دل اور دل کی کارکردگی کے دشمن عوامل میں سفید چینی، نمک، سرخ گوشت، اشتعال انگیز عناصر و مشروبات، قبض اور ہاضمے کے مسائل اور چکنائیوں کا بکثرت استعمال شامل ہے۔

درج بالا عوامل کی روشنی میں یہ بات بجا طور پر کہی جا سکتی ہے کہ دل کی صحت مندی کے لیے ضروری ہے کہ کھانے پینے کے معاملات پر خاص نظر رکھی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ سستی و کاہلی سے دور رہا جائے یعنی مناسب ورزش کو معمول بنایا جائے۔ ذیل میں چند ایسے نقاط درج کیے جا رہے ہیں جو کہ دل کو نہ صرف صحت مند رکھنے میں معاون ہیں بلکہ دل کے عوارض سے بچاؤ کا بھی بہترین ذریعہ ہیں۔

دل کی صحت مندی کے لیے 21 نقاطی غذائی پلان:

ذیل میں ایسے 21 نقاط کی نشاندہی کی جا رہی ہے جو کہ انسان کی مجموعی صحت کے لیے بالعموم اور دل کی صحت کے لیے بالخصوص معاون ہوتے ہیں۔

**اپنی روزمرہ خوراک میں ان اشیاء کی تعداد بڑھا دیں:**

1- تازہ پھل
2- خام سبزیاں
3- مچھلی
4- ریشہ بھرپور غذائیں
5- آرگینگ خوراک (خلقی طور پر اُگائی جانے والی سبزیاں)
6- خوراک کو ادل بدل کر استعمال کرنا یعنی ایک جیسی ہی خوراک نہ استعمال کریں۔
7- صاف پانی

**اپنی روزمرہ خوراک میں ذیل کی اشیاء کی مقدار کم کر دیں:**



www.freepdfpost.blogspot.com

1- ریفائنڈ کاربو ہائیڈریٹ
2- نمک
3- سیر شدہ چکنائیاں
4- کولیسٹرول سے بھرپور غذائیں
5- چائے و کافی
6- الکوحل ملے مشروبات
7- کیلوریز سے بھرپور غذائیں

**ذیل کی ہدایات پر بھی ضرور عمل کریں:**

1- چھوٹے چھوٹے نوالے کھائیں اور اچھی طرح سے چبائیں۔
2- کھانے کے دوران پریشان کن باتوں سے گریز کریں۔
3- خراب غذائی عادات کو فوری طور پر روک دیں۔
4- کھانوں کو بہت زیادہ پکانے سے گریز کریں۔
5- چربی میں حل پذیر حیاتین کو ضرور کھائیں۔
6- پانی میں حل پذیر حیاتین کو ضرور کھائیں۔
7- کچھ معدنیاتی عناصر کو بھی اپنی خوراک کا لازمی حصہ بنائیں۔

urduraj.com

## انجائنا اور ہارٹ اٹیک میں فرق:

انجائنا اور دل کا دورہ ایک ہی بیماری کے دو نام نہیں ہیں۔ دل کو خون کی مطلوبہ فراہمی میں عارضی کمی واقع ہونا جس کے نتیجے میں دل کے پٹھوں کو آکسیجن کی سپلائی معطل ہو جاتی ہے اور درد محسوس ہونے لگتا ہے، یہ درد انجائنا کا درد کہلاتا ہے اور یہ درد عموماً ورزش کے دوران یا ذہنی تناؤ کی وجہ سے ہوتا ہے اور ورزش روکنے یا سکون سے بیٹھ جانے یا لیٹ جانے اور انجائنا ٹیبلٹ چوسنے سے کم ہو جاتا ہے۔

ہارٹ اٹیک انجائنا کی ہی ایک شدید اور خطرناک قسم ہے۔ اس کا درد نہایت شدید اور مسلسل ہوتا ہے اور آرام کرنے سے بھی ختم نہیں ہوتا۔ مریض کو ٹھنڈے پسینے آتے ہیں۔ بار بار متلی اور الٹی کی کیفیت ہوتی ہے۔ چہرہ زرد ہو جاتا ہے اور نبض تیز اور بے قاعدگی سے دھڑکنے لگتی ہے۔ انجائنا کی طرح ہارٹ اٹیک کا درد چند منٹ میں ختم نہیں ہوتا کیونکہ اس میں عموماً دل کے عضلات کو خون اور آکسیجن ضرورت کے مطابق زیادہ عرصے تک نہیں ملتی یا مستقل منقطع ہو جاتی ہے اور اسی وجہ سے دل کے اس حصے کی موت واقع ہونے لگتی ہے، اسی حالت کو ہارٹ اٹیک کہا جاتا ہے۔

## کسے کتنا خطرہ؟

ذیل کے جدول کی مدد سے یہ جاننے میں کسی حد تک مدد مل سکتی ہے کہ کسی فرد کو دل کے دورے یا دل کے دیگر عوارض کا کس حد تک امکان ہو سکتا ہے:



www.freepdfpost.blogspot.com

| خطرے کی وجہ | اسکور | | | |
|---|---|---|---|---|
| خطرے کی وجہ | 0 | 1 | 2 | 3 |
| خاندان میں دل کے عوارض کی موجودگی | نہیں | والدین/بہن بھائی میں 60 سال کی عمر کے بعد | والدین/بہن بھائیوں میں 60 سال کی عمر سے قبل | والدین/بہن بھائیوں یا قریبی رشتہ داروں میں 60 سال سے قبل |
| جنس | عورت (سن یاس سے قبل) | مرد/سن یاس سے گزرنے والی عورت | مرد/سن یاس سے گزرنے والی عورت | مرد/سن یاس سے گزرنے والی عورت |
| عمر | 18-35 سال | 36-49 | 50-59 | 60 سے اوپر |
| بلڈ پریشر (اوپر والا) | 120 یا اس سے کم | 125-140 | 140-160 | 160 سے اوپر |
| بلڈ پریشر (نیچے والا) | 85 سے کم | 90-90 | 100-119 | 120 سے اوپر |
| ذیابیطس | نہیں | ہاں | ہاں | ہاں |
| تمباکو نوشی | نہیں | دس سگریٹ روزانہ | بیس سگریٹ روزانہ | 20 سے زائد |
| خون میں کولیسٹرول | 170 سے کم | 170-249 | 250-299 | 300 سے زائد |
| وزن | نارمل سے کم | نارمل سے 5 کلوگرام زائد | نارمل سے 10 کلوگرام زائد | نارمل سے 15 یا اس سے زائد |
| ورزش | ورزش کی باقاعدگی | کبھی کبھار | بالکل نہیں | بالکل نہیں |
| ذہنی تناؤ | شاید ہی کبھی تناؤ کا شکار ہوئے ہوں | کبھی کبھار یا بہت ہی کم شکار ہوتے ہیں | دن میں عموماً تین چار مرتبہ دباؤ کا شکار رہتے ہیں | عموماً تناؤ و دباؤ کا شکار رہتے ہیں |

urduraj.com

## نتائج:

| حاصل کردہ اسکور | خطرہ |
|---|---|
| 5 سے کم | بہت کم خطرہ |
| 6-10 | کم خطرہ |
| 11-15 | درمیانہ خطرہ |
| 16-20 | زیادہ خطرہ |
| 20 سے زائد | بہت زیادہ خطرہ |

یاد رکھیں کہ انسانی فطرت اور شخصیت کو اعداد و شمار کے ڈھانچے میں ڈھالنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ 5 نمبر تک حاصل



www.freepdfpost.blogspot.com

کرنے والا فرد دل کے دورے کا جلد شکار ہو جائے اور 15 سے زائد نمبر حاصل کرنے والا فرد طویل عمر پائے اور صحت مند رہے لیکن یہ اندازے و تخمینے مشاہدات کے بعد ہی تخلیق کیے جاتے ہیں۔اس لیے 12 نمبر کے بعد حد درجہ محتاط ہو جانا چاہیے اور اپنا اسلوبِ زندگی سدھار لینا چاہیے۔

## دل کے امراض کے لیے ہومیو پیتھک دوائیں:

دل کے امراض کے علاج کے لیے بے شمار ہومیو پیتھک ادویہ ہیں جو کہ بہت جلد مریض کو کلی شفایاب کر سکتی ہیں۔اس سلسلے میں چند بہترین ادویہ کے نام درج کیے جا رہے ہیں جو کہ حسب علامات دینے سے شفایابی ممکن ہے۔ان ادویہ کی علامات بیان کرنا مضمون کو بہت طویل کر دے گا۔اس لیے محض نام دیئے جا رہے ہیں۔اس سلسلے میں تشنگی دور کرنے کے لیے مریض کے احوال اور علامات کے پیش نظر خواص الادویہ (میٹریا میڈیکا) سے مدد لی جا سکتی ہے۔

- ☆ آرم میٹ
- ☆ آرسینک ایلبم
- ☆ آرنیکا
- ☆ آئی بیرس امارہ
- ☆ ایکونائٹ نیپلس
- ☆ ایمائل نائٹریٹ
- ☆ ایڈونس ورنیلس
- ☆ ایوینا سٹائیوا
- ☆ بیلاڈونا
- ☆ برائی اونیا
- ☆ پچوٹری گلینڈ
- ☆ ٹوبیکم
- ☆ جیلسی میم
- ☆ چائنا آرس
- ☆ ڈجی ٹیلس
- ☆ سٹروفین تھس
- ☆ سپائی جیلیا
- ☆ سپونجیا
- ☆ سپارٹیم سکوپیریکم
- ☆ فیگو پائرم
- ☆ کالچی کم
- ☆ کالمیالیٹی فولیا
- ☆ کریٹی گس
- ☆ کنویلیریا میجلس
- ☆ کیکٹس
- ☆ کلکیریا فلور
- ☆ گلونائن
- ☆ لیٹروڈکٹس میک
- ☆ میگنیشیا فاس
- ☆ ناجا
- ☆ نکس موسکاٹا
- ☆ وریٹرم ایلبم
- ☆ وریٹرم ورائیڈ

urduraj.com



www.freepdfpost.blogspot.com

## اللہ سے شفاء
## Nature heals

## مسعود سے دوا™
## *Masood* feels™

### ہومیوپیتھک مدرٹنکچرز

تازہ پودوں اور معیاری خام مال کے ساتھ ماہرین کی نگرانی میں تیار کردہ

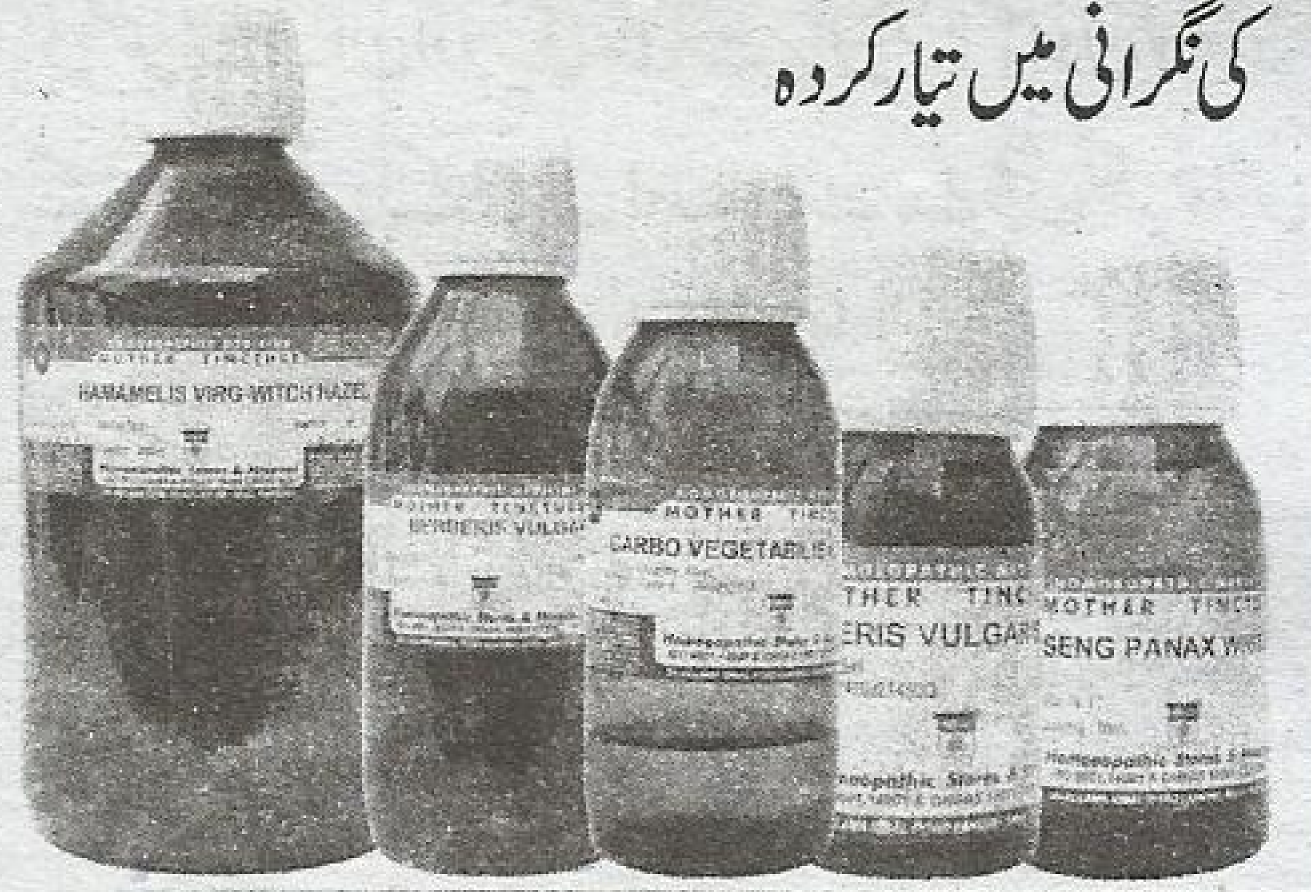


پیشکش: 15-30-60-120-450 ملی لیٹر

### ہومیوپیتھک ڈائیلوشنز

اپنی زود اثری میں بے مثال، اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک یکساں مقبولیت کے حامل

پیشکش: 15-30-60-120 ملی لیٹر ڈراپر شیشی

### بائیوکیمک ادویات

سفوف و ٹکیاں شفا بخشی کے لحاظ سے منفرد اہلِ فن کی کامیابی کی ضامن

ٹکیاں 1½ گرین سائز

پیشکش: 20 گرام، 100 گرام، 500 گرام

### ہومیوپیتھک سفوف ادویات

سفوف و ٹکیاں اثر پذیری اور شفا بخشی کی ضمانت

پیشکش: 20 گرام، 100 گرام، 500 گرام

فہرست ادویات اور نرخ نامہ طلب فرمایئے

## مسعود ادویات — معیار کی علامت

Masood®
Since 1922



www.freepdfpost.blogspot.com

# ایک مخلص اور باعمل رہنما

ڈاکٹر اے رشید لاہور چھاؤنی

محترم ڈاکٹر محمد مسعود قریشی ایسی مکمل اور جامع شخصیت کے مالک تھے جن کے متعلق مجھ جیسے ناچیز کو کچھ لکھنے کی جرأت نہیں ہو رہی۔ ان کا حسنِ اخلاق اور سیرت و کردار مثالی تھا۔ وہ ایک فرشتہ صفت انسان تھے۔ شرافت، شائستگی اور عجز و انکساری انہیں ورثے میں ملی تھی۔ جسمانی اعتبار سے وہ ضرور نحیف و کمزور تھے لیکن عزم و ارادے کے ایسے پختہ کہ جس مشن کو لے کر اٹھتے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا کر دم لیتے۔ یہ بات عموماً مشاہدے میں آئی ہے کہ بڑی اور عظیم شخصیتوں میں عفو و درگزر کی صفت ضرور ہوتی ہے چنانچہ ڈاکٹر مسعود صاحب کی بھی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے سخت سے سخت مخالف کو مسکراتے ہوئے معاف کر دیا کرتے تھے۔

میں نے 1959ء میں جب ہومیوپیتھک گزٹ کا اجراء کیا تو اس وقت ہومیوپیتھس میں باہمی کشمکش بڑے عروج پر تھی اور رسائل میں ایک دوسرے پر خوب کیچڑ اچھالی جا رہی تھی۔ بعض حالات کے تحت مجھے بھی اس قلمی جنگ میں حصہ لینا پڑا اور ہومیوپیتھک گزٹ میں چند ایسے مضامین شائع ہو گئے جو ان کے خلاف تھے۔ اس وقت تک مجھے ان سے ذاتی طور پر ملنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔

غالباً نومبر 1963ء میں کراچی میں ہومیوپیتھک ایجوکیشن کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ میں بھی اس میں شرکت کے لیے کراچی گیا۔ ڈاکٹر مسعود صاحب اور ان کے فرزند ڈاکٹر محبوب عالم بھی اس کانفرنس میں شریک تھے۔ وہیں احباب کی ایک نشست میں میری ان سے پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اب ڈاکٹر صاحب ضرور پچھلی باتوں کا تذکرہ کریں گے لیکن جب آپ نے اپنے مخصوص نرم لہجے میں مجھ سے یہ فرمایا کہ "آپ کی تحریر میں تو ماشاءاللہ بڑی جان ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔" بزرگ محترم کی ان دو باتوں نے میرے دل پر عجیب کیفیت طاری کر دی۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ آج مجھ سے کوئی ایسا شخص کلام کر رہا ہے جس کا ظاہر اور باطن ایک ہے۔ اس مختصر مگر اہم گفتگو کے بعد میں ڈاکٹر صاحب کا بے حد احترام کرنے لگا۔ جب بھی کبھی موصوف سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا نہایت محبت و شفقت اور خلوص سے پیش آتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ خدمتِ خلق ان کا شعار تھا۔ انہوں نے ہومیوپیتھی کے لیے جو کچھ کیا اس کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ وہ برِاعظم ایشیا کے ان چند مایۂ ناز ہومیوپیتھس میں سے ایک تھے جنہوں نے اس فن کی ترقی و بقا کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ اگرچہ پاکستان کے ہومیوپیتھس نے انہیں بابائے ہومیوپیتھی سے موسوم کیا ہے تو اس میں حیرت و استعجاب کی قطعی کوئی بات نہیں کیونکہ وہ واقعی اس خطاب کے مستحق تھے۔ اگر آج کوئی اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا ہے تو یہ اس کی کج فہمی ہے۔

قیامِ پاکستان سے قبل اور بعد میں ڈاکٹر مسعود نے ہومیوپیتھی کو اس کا جائز مقام دلانے کے لیے جو کوششیں سرانجام دیں ان کی تفصیل بیان کرنے کے لیے ایک علیحدہ ضخیم کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اس مقصد کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا تھا۔ اس کے حصول کے لیے



www.freepdfpost.blogspot.com

وہ دم واپسیں سرگرمِ عمل رہے۔ آپ جب بھی کسی ہومیو پیتھ سے ملتے تو اسے اتحاد اور عملِ پیہم کی تلقین ضرور فرمایا کرتے۔ فطرتاً بولنے کے کم اور کام کے زیادہ عادی تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے جو اہم کام سرانجام دیئے ان میں ہومیو پیتھک ٹرسٹ ہاسپٹل اور پاکستان ہومیو پیتھک میڈیکل کالج کا قیام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہومیو پیتھی کے ان اداروں پر آج پاکستان کا ہر ہومیو پیتھ فخر کرسکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی زندگی میں ان کے علاوہ اور بھی ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ان میں تحقیق تصنیف و تالیف خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

محنت اور جفاکشی ان کی زندگی کا اہم اصول تھا۔ شب و روز پابندی کے ساتھ تمام فرائض ادا کرتے اور مریضوں پر پوری توجہ دیا کرتے تھے۔ ہومیو پیتھک میگزین کی ترتیب و تدوین میں بے حد دلچسپی لیتے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ تمام ہومیو پیتھس منظم اور متحد ہو جائیں۔ اس سلسلے میں سوسائٹی آف ہومیو پیتھس نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ وہ اس کے بانی تھے اور عرصہ دراز تک صدارت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ یوں تو پاکستان میں ہومیو پیتھس کی کئی تنظیمیں قائم ہوتی رہی ہیں لیکن انہیں اس لیے استحکام نصیب نہ ہوسکا کہ ان میں اکثر ایسے سرکردہ اصحاب شامل ہو جاتے جن کے پیش نظر فن یا اہل فن کی بجائے اپنا ذاتی مفاد عزیز ہوتا۔ جب کبھی کوئی مشکل درپیش ہوتی تو انہیں ہومیو پیتھی کا خیال آجاتا۔ کنونشن منعقد کیے جاتے۔ ان میں موجود ہومیو پیتھس کو مرکزی تنظیم کے قیام کی خوشخبری سنائی جاتی لیکن یہ چیزیں محض عارضی نوعیت کی ہوا کرتیں۔ وقت گزر جانے کے بعد سب پر پہلا سا سکوت طاری ہو جاتا۔ ڈاکٹر مسعود صاحب ایسی ہنگامی اور ذاتی مفاد پر مبنی سرگرمیوں کو کبھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ کامیابی وقتی تحریکوں اور نمائشی اجلاسوں سے حاصل نہیں ہوا کرتی۔ اس کے لیے مسلسل محنت اور جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ وہ جو کہتے وہی کرتے بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تمام زندگی قول و عمل کا ایک ایسا نمونہ ہے جس کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی خاص لوگوں میں سے ایک تھے جو کبھی کبھی کسی اہم مقصد کے لیے اس دنیا میں بھیجے جاتے ہیں۔ میں اس موقع پر ان کے تدبر اور دوراندیشی کی ایک مثال پیش کرتا ہوں:

1960ء کے عشرے میں حکومت نے تمام منظور شدہ ہومیو پیتھک میڈیکل کالجوں پر لفظ ''میڈیکل'' استعمال کرنے کی پابندی عائد کردی۔ 1957ء کا قانون رجسٹریشن منسوخ ہونے کے بعد جب دوبارہ 1964ء میں اس مقصد کے لیے بل تیار کیا گیا تو اس کے نام میں میڈیکل کا لفظ نہ تھا جب کہ 1957ء کے ایکٹ میں یہ شامل تھا۔ ڈاکٹر مسعود کی نظر جب اس کے نام پر پڑی تو احباب سے فرمایا کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میڈیکل کا لفظ کسی خاص وجہ سے حذف کرایا گیا ہے اور اس کا مقصد ہماری اہمیت کم کرنا ہے۔

ڈاکٹر مسعود کی یہ سوچ، فکر اور دوربینی ان کے عظیم انسان ہونے کا ایک واضح ثبوت ہے۔ ہومیو پیتھس کی یہ تاریخ ساز شخصیت آج ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن ان کی علمی و فنی خدمات اور کارناموں نے انہیں زندہ جاوید بنادیا ہے۔ 21 اگست کو وہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستانی ہومیو پیتھس اس ماہ میں اپنے مخلص اور باعمل رہنما کی برسی ملک بھر میں نہایت عقیدت واحترام سے یاد مناتے ہیں۔ یہاں میں ان کے سعادت مند فرزند ڈاکٹر محمد الیاس مسعود، ڈاکٹر محبوب عالم اور ڈاکٹر خالد مسعود کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ لوگ جس ذوق و شوق سے اپنے والد محترم کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کررہے ہیں وہ نہایت قابلِ تعریف ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی چھوڑی ہوئی یادگاروں کو انہوں نے نہ صرف محفوظ رکھا ہے بلکہ وہ ایک مرحلے وار پروگرام کے مطابق ان کو ترقی اور توسیع بھی دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے آخری ایام کالج کی دیکھ بھال اور نگہداشت میں صرف کیے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرحوم کالج اور اس کے طلبہ سے کس قدر محبت کرتے تھے۔

''مردِ منزل شناس'' سے ماخوذ



www.freepdfpost.blogspot.com

# حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے طبّی ارشادات

## کلونجی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "کلونجی ہر مرض کے لیے شفا ہے، سوائے موت کے۔" (صحیح مسلم)

## دردسر کا علاج:

ابن ماجہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو جب کبھی دردسر ہوا کرتا، آپ سر پر مہندی لگایا کرتے اور فرمایا "یہ اللہ کے حکم سے ضرور فائدہ کرے گی۔" یہ علاج اس دردسر کا ہے جو بوجہ بادی کے ہو، اگر اس کا سبب دموی ہے تو علاج پچھنے ہوگا۔

urduraj.com

## دودھ:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ تمام مشروبات میں سے دودھ حضور ﷺ کو بے حد مرغوب تھا۔

## شہد:

ابونعیم نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کو شہد بہت عزیز تھا۔ شہد کے بارے میں خداوند کریم نے فرمایا ہے فیہ شفاء للناس "اس میں لوگوں کے لیے شفائے مطلق ہے۔"

صحیحین میں لکھا ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ "میرے بھائی کو اسہال آ رہے ہیں۔" فرمایا "اس کو جا کر شہد پلاؤ۔" پھر آیا کہ "اس سے دست زیادہ ہو گئے ہیں۔" فرمایا "جا کر شہد پلاؤ۔" پھر آیا اور کہا کہ "اس سے دست زیادہ ہو گئے ہیں۔" فرمایا "جاؤ اسے اور شہد پلاؤ۔" غرض اسی طرح وہ دو تین بار آیا اور گیا۔ آخر حضور ﷺ نے فرمایا "خدا سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔" چنانچہ اس نے پھر شہد پلایا اور مریض شفایاب ہو گیا۔

## نماز:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور میں مسجد میں دردشکم کے باعث لیٹا ہوا تھا۔ فرمایا "تو بیمار ہے؟"



www.freepdfpost.blogspot.com

میں نے کہا ''ہاں یارسول اللہ!'' آپؐ نے فرمایا ''اٹھ کھڑا ہو کیونکہ نماز میں شفا ہے۔''

## انار:

حضور ﷺ نے فرمایا ''ہر انار میں جنت کے پانی کا ایک قطرہ ضرور ہوا کرتا ہے۔''

## کدو:

واثلہ بن الاسقعؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اے لوگو! کدو کھانے کی عادت ڈالو کیونکہ یہ دماغی قوئ کو مضبوط کرتا ہے۔''
حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب تم ہانڈی پکاؤ تو اس میں کدو ڈال دیا کرو کیونکہ یہ غمگین دل کو استوار کرتا ہے۔''

## مکھن اور کھجور:

ابو نعیم نے کتاب الطب میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ مکھن اور کھجور ملا کر کھایا کرتے تھے۔

## کھجور:

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''کھجوروں میں سے بہترین کھجور برنی ہے کیونکہ یہ پیٹ سے امراض نکالتی ہے اور اس میں کچھ بیماری نہیں ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''عجوہ (نام کھجور) جنت سے ہے اور یہ زہر کا تریاق ہے۔'' نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر کوئی شخص صبح کے وقت سات کھجور کھائے تو اس پر سارا دن جادو اور زہر کا اثر نہ ہوگا۔'' نیز فرمایا کہ ''عجوہ جنت سے ہے اور یہ امراض کے لیے شفا ہے۔''

## نمک:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اے علی! کھانے کو نمک کے ساتھ شروع کرو اور نمک ہی کے ساتھ ختم کرو کیونکہ نمک میں ستر امراض کے لیے شفا ہے۔ ان امراض میں جنون، جذام، پیٹ درد اور دانتوں کا درد ہیں۔''

## سرکہ:

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو تمام سالنوں میں سب سے اچھا سرکہ معلوم ہوتا۔ مسلمؒ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ''بہت اچھا سالن سرکہ ہے۔'' اور سبز ترکاری بھی حضور ﷺ کو دسترخوان پر پسند تھی۔

## زخم کا علاج:

جنگ احد میں پیغمبر اسلام ﷺ گھوڑے سے گر پڑے اور آپؐ کے خود کی میخیں رخسار مبارک میں گڑ گئیں۔ ایک صحابی نے ان کو اپنے



www.freepdfpost.blogspot.com

دانتوں سے اس قدر زور سے کھینچ کر نکالا کہ ان کے دانت ٹوٹ گئے۔ حضرت فاطمہؓ اس خون کو دھوتی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ پانی ڈالتے تھے لیکن خون بند نہ ہونے پاتا تھا۔ آخر حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق بوریئے کا ایک ٹکڑا جلا کر زخم میں بھرا تو خون بند ہو گیا۔

## قبض کا علاج:

حضور ﷺ نے اسماء بنت عمیس سے پوچھا کہ تم قبض کا علاج کس چیز سے کیا کرتی ہو؟ اس نے کہا، حضور شیرم سے۔ فرمایا، یہ تو بہت گرم ہے۔ انہوں نے عرض کیا، پھر سناء سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اگر کوئی موت کا علاج ہو سکتا تو وہ سناء ہوتی۔

یاد رہے کہ شیرم ایک قسم کی گھاس ہے جو چوتھے درجے میں گرم ہے۔ ایسی چیز سے رفع قبض کرنا ٹھیک نہیں۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ ''اے لوگو! کہ سناء اور سنوٹ کو اختیار کرو کیونکہ ان دونوں میں شفا ہے۔'' سنوٹ سے بعض لوگوں نے شہد مراد لی ہے۔ سنا سے مراد سنا مکی ہے جو نہایت عمدہ مسہل بلغم اور سودا کا دفیعہ کرتی ہے۔ اخلاط سوختہ کو پاک کرتی ہے۔ دماغ کو جلا دیتی ہے۔ مرگی، شقیقہ، جنون کو مفید ہے۔

## خارش کا علاج:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور زبیر بن العوام کو خارش ہوئی۔ حضور ﷺ نے ان کو ریشمی کرتہ پہننے کی اجازت دی۔ معلوم ہوا ریشمی لباس خارش کے لیے مفید ہے۔

### اعتزاز

دسمبر 2012ء کے شمارہ میں ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کا مضمون بعنوان ڈپریشن/افسردگی/ذہنی اضمحلال شائع ہوا ہے۔ جس میں غلطی سے موصوف کی تصویر کی بجائے ڈاکٹر اعجاز علی صاحب کی تصویر شائع ہو گی ہے

اس سہو کیلئے ہم موصوف سے معذرت خواہ ہیں

مجرّب ہومیو پیتھک سفوف
گیلیگ ایسڈ 3x
Acid Gallic
منفعل جریان خون (Passive Haemorrhage) نبض کمزور، ہاتھ پاؤں اور جلد ٹھنڈی عروق شعریہ ڈھیلی، درد گردہ اور متلی۔
مقدار خوراک: 2 گرین سفوف دن میں تین بار
دستیاب پیکنگ: 500,100,20 گرام
Masood
SINCE 1922
مسعود ادویات　معیار کی علامت



www.freepdfpost.blogspot.com

# Masood

## کیلمن™ درد کیلئے انتہائی موثر

جوڑوں کے درد، دانت درد، چوٹ سے درد کیلئے انتہائی موثر

پیشکش: 30 ٹکیاں سٹرپ پیکنگ میں

قیمت: 45 روپے

## جنگوبائیلوبا نیوروٹیکس۔ای

جسمانی تھکان، بڑھاپے کے جملہ عوارض، ذہنی تناؤ کا حتمی علاج

پیشکش: 20 ٹکیاں سٹرپ پیکنگ میں

قیمت: 60 روپے

## ڈائیبنول HR 1

ذیابیطس کے موثر
کنٹرول کیلئے

پیشکش: 60 ملی لیٹر

قیمت: 96 روپے

## ایکٹی رون HR 2

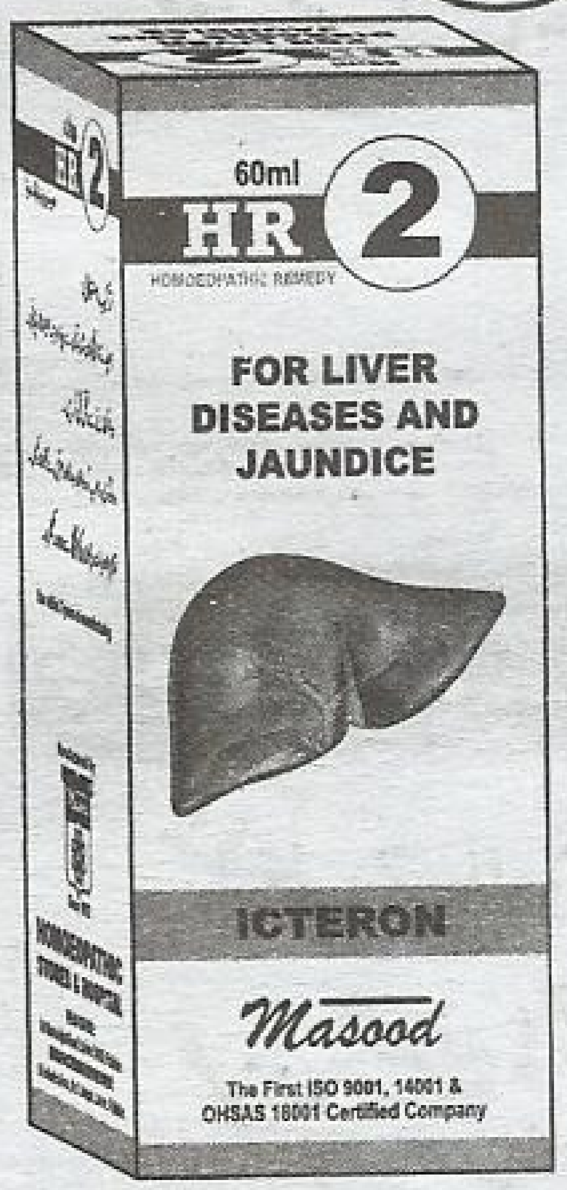


یرقان، سوزشِ جگر
(ہیپاٹائیٹس)
اور جگر کے سکڑ
جانے پر کارآمد ہے۔

پیشکش: 60 ملی لیٹر

قیمت: 120 روپے

Masood®
Since 1922

ہومیو پیتھک سٹورز اینڈ ہاسپٹل
**HOMOEOPATHIC**
**STORES & HOSPITAL**

**HEAD OFFICE:**
30-Allama Iqbal Road, Lahore 54000, Pakistan.
**MANUFACTURING DEPTT.:**
56-Industrial Area, Kot Lakhpat, Lahore. Pakistan.



www.freepdfpost.blogspot.com

# زیرہ سیاہ

# (Carum Carvi)

سیاہ زیرے کے گہرے کتھئی رنگ کے بیج سالنوں کی تیاری میں استعمال ہوتے ہیں لیکن خود اس کے تازہ پتے اور جڑیں بھی مختلف مقاصد کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ ایران کے علاقے کرمان کا سیاہ زیرہ اعلیٰ کوالٹی میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی مخصوص خوش بو زیادہ تیز ہوتی ہے۔ یہ گراں بھی ہے۔
اس کا پودا چھوٹا ہوتا ہے' اس کے بیج خوش بو کی وجہ سے ہر قسم کے پکوانوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس کی دوائی اور آرائشی اہمیت بھی ہے۔ ان بیجوں کی ایک بڑی لمبی تاریخ ہے اور یہ مختلف ملکوں میں صدیوں سے استعمال ہو رہا ہے۔ چین سے ایشیا اور یورپ تک وسیع مشہور تاریخی شاہراہ ریشم پر ان خوشبودار بیجوں کا سفر صدیوں سے جاری ہے۔ انگریزی میں کیراوے (Caraway) کا لفظ دراصل عربی کا کرویہ ہے۔ آج اس کی کاشت ایشیا اور شمالی افریقہ میں بھی ہوتی ہے۔ اس کے کھیت جو بلندی پر ہوتے ہیں چراگاہوں اور راستوں کو اپنی خوش بو سے مہکاتے رہتے ہیں۔

## سفید زیرہ اور سونف

urduraj.com

ماہرین کے مطابق اس کی مخصوص خوشبو سفید زیرے اور سونف سے ملتی جلتی ہے۔ یہ گویا ان دونوں خوشبوؤں کی مرکب خوشبو ہے۔ زیرکاشت ملکوں اور علاقوں میں اس کے تازہ پتے سلاد اور شوربوں میں خوشبو کے لیے شامل کیے جاتے ہیں جبکہ اس کی جڑیں بھی دوسری جڑ والی سبزیوں کی طرح پکائی جاتی ہیں لیکن خوشبودار مسالے کے طور پر اس کے بیج زیادہ استعمال کیے جاتے ہیں۔ انہیں ہر قسم کے نمکین اور شیریں پکوانوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ مثلاً مسالے دار کیک میں شامل ہونے والے یہ بیج کیک کی مہک اور ذائقہ بڑھاتے ہیں۔ اسے بعض قسم کے پنیروں میں بھی اسی مقصد کے لیے شامل کیا جاتا ہے۔ یہ مختلف قسم کی روٹیوں' بسکٹوں اور مٹھائیوں میں بھی شامل کیا جاتا ہے۔ سیاہ زیرے کا استعمال مشرقی یورپی ملکوں میں زیادہ ہوتا ہے' ان ملکوں میں اسے خاص طور پر بند گوبھی کے علاوہ گولاش نامی ڈش اور سیاہ گندم کی روٹی کی تیاری میں زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔

## پتھر کے دور سے تعلق

سیاہ زیرے کا تعلق پتھر کے دور سے ہے۔ اس عہد کے کھنڈرات سے کھوج لگا ہے کہ مشرقِ بعید میں یہ ہزاروں سال سے استعمال ہو رہا ہے۔ سیاہ زیرہ عہد وسطیٰ اور انگلستان کی ملکہ ایلزبتھ اوّل کے عہد میں بھی ہوتا تھا۔ دورِ قدیم سے یہ بات مشہور چلی آ رہی ہے کہ سیاہ زیرہ مشروب محبت کے طور پر بھی استعمال ہوتا تھا۔ اس کا جوشاندہ جذبۂ محبت میں اضافے اور اسے قائم رکھنے کے لیے پیا جاتا تھا۔ سیاہ زیرہ آسانی سے اگایا جا سکتا ہے۔



www.freepdfpost.blogspot.com

شفاء بخش تیل

# اخروٹ کا تیل Walnut Oil

☆ اخروٹ کے مغز میں تیل پایا جاتا ہے جس میں پولی ان سیچوریٹڈ فیٹی ایسڈ موجود ہیں جو کہ خلیوں کے صحت مند افعال اور پروسٹا گلینڈن کی نشوونما (Prostaglandin development) کے لئے بہت ضروری ہیں۔

☆ اخروٹ اومیگا 3 فیٹی ایسڈ کا بہترین ذریعہ ہے جو کہ دل کی بیماریوں سے تحفظ فراہم کرتا ہے اور سوزش کو ختم کرتا ہے۔ اخروٹ میں ایک مانع تکسیدی مرکب ایلا جک ایسڈ (Ellagic acid) پایا جاتا ہے جو مدافعتی نظام کو مضبوط بناتا ہے اور کینسر سے محفوظ رکھتا ہے۔ اخروٹ میں تقریباً 15% مونو ان سیچوریٹڈ (Mono unsaturated) چکنائی موجود ہے جو کولیسٹرول لیول کو کم کرتی ہے۔

☆ اخروٹ میں موجود L. arginine ہائی بلڈ پریشر کی صورت میں Nitric Oxide میں بدل جاتا ہے جو خون کی نالیوں کی سختی ختم کر کے انہیں ہموار (Smooth) اور آرام دہ حالت میں لا کر خون کے بہاؤ کو نارمل رکھتا ہے۔ ہفتے میں چار بار اخروٹ یا اس کے تیل کا استعمال دل کی بیماریوں کے خطرے کو 50% تک کم کر دیتا ہے۔

☆ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ کولیسٹرول کی سطح کم ہونے کی وجہ خون میں الفالی نولنک ایسڈ (alpha.linolenic,) (اومیگا 3 فیٹی ایسڈ)، وٹامن ای اور Gamma.tocopherol کی مقدار کا زیادہ ہونا ہے۔ اخروٹ میں یہ تینوں اجزا موجود ہیں۔ ”FDA کے مطابق روزانہ 1.5 اونس (تقریباً 45 گرام) اخروٹ کا استعمال خون میں کولیسٹرول کو کم کرتا ہے اور کم سیر شدہ چکنائی والی خوراک کے ساتھ استعمال کرنا دل کی بیماریوں کے خطرے کو کم کرتا ہے۔“

☆ اخروٹ اچھی نیند میں معاون ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں Melatonin پایا جاتا ہے (جو کہ ایک ہارمون ہے جسے Pineal gland بناتا ہے)۔ اخروٹ میں یہ قدرتی طور پایا جاتا ہے نیند لانے میں مددگار ہے اس کے علاوہ یہ ایک طاقتور مانع تکسید بھی ہے۔ 40 سال کی عمر کے بعد میلاٹونن (Melatonin) کے بننے میں کمی آ جاتی ہے لہٰذا اخروٹ کے استعمال سے میلاٹونن (Melatonin) حاصل کیا جا سکتا ہے۔

☆ اخروٹ میں دو اہم منرلز کاپر (تانبا) اور مینگانیز پائے جاتے ہیں جو کہ سپر اوکسائیڈ ڈس میوٹیز انزائم (Superoxide dismutase) کی ضرورت ہیں۔ یہ انزائم فری ریڈیکلز کو ختم کرتا ہے جو کینسر پیدا کرتے ہیں

☆ اخروٹ جلدی خشکی اور اگیزیما وغیرہ سے بچاتا ہے کیونکہ اس میں زنک، وٹامن بی اور پولی فی نولز پائے جاتے ہیں۔

☆ اخروٹ میں موجود زنک، اومیگا (3) اور اومیگا (6)، بالوں کی صحت کو قائم رکھتے ہیں اور گنجا پن (Baldness seborrhea) سے محفوظ رکھتے ہیں۔

☆ بچے جن میں کیلشیم کی کمی ہو یا وہ خواتین جو مینوپاز (سن یاس) دور سے گزر رہی ہوں ان کیلئے اخروٹ کا استعمال مفید ہے

☆ دماغی خرابی (Mental dysfunction) اور اگیزیما کے لیے اخروٹ کے تیل کے دو چمچ چائے والے روزانہ بطور غذائی سپلیمنٹ استعمال کریں۔

دستیاب پیکنگ: 450, 120, 30 ایم ایل
مقدار خوراک: 2 چمچ چائے والے دن میں ایک بار
Masood ®
SINCE 1922
مسعود ادویات معیار کی علامت



www.freepdfpost.blogspot.com

# ملائیشیا میں دم درود کو نصاب کا حصہ بنالیا گیا

علی ہلال

ملائیشیا کی حکومت نے دم درود اور وظائف کے ذریعے امراض کے علاج کو فروغ دینے کے لیے طب اسلامی اور روحانی علاج کو جامعات کے نصاب میں شامل کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس فیصلے کے بعد ملک کے تمام کالجز اور یونیورسٹیوں میں باقاعدہ شعبہ جات قائم کیے جائیں گے۔ حکومت نے 15 ہزار ماہرین کو طب اسلامی کی تعلیم دینے کے لیے منتخب کیا ہے، جو ملک کی جامعات میں طب اسلامی اور روحانی علاج کی تربیت دیں گے۔ یہ افراد مختلف اسلامی ممالک کے تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل ہیں اور اسلامی علوم کے ساتھ اسلامی طب میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ملک کی جامعات میں جس طرح انجینئرنگ اور میڈیکل کی تعلیم دیگر ان شعبہ جات کے ماہرین پیدا کیے جاتے ہیں اسی طرح روحانی علاج اور اسلامی طب کے ماہرین بھی تیار کیے جائیں گے۔ عرب خبر رساں ادارے الجزیرہ کی رپورٹ کے مطابق ملائیشیا کے وزیر اعظم نے ملک کے دینی حلقوں سے مشاورت کے بعد پارلیمنٹ سے ایک بل منظور کرایا ہے جس کی رو سے ملک کی جامعات میں طب اسلامی کو نصاب کا حصہ بنایا جائے گا۔ وزیر صحت نے ذرائع ابلاغ کو تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ حکومت کی خواہش ہے کہ جسمانی علاج کے جو طریقے حدیث نبوی ﷺ کی کتابوں میں بتائے گئے ہیں انہیں نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ اس سے ایک تو سنت نبویؐ پر عمل کا دینی تقاضا پورا ہوگا اور دوسری جانب لوگوں کو جسمانی، ذہنی اور روحانی بیماریوں اور مشکلات سے نجات دلانے میں مدد ملے گی۔ رپورٹ کے مطابق حکومت کی جانب سے تیار کردہ نصاب میں شہد، کلونجی، زیتون، چقندر اور دیگر جڑی بوٹیوں سے علاج کے اسلامی طریقے شامل ہیں، جن سے علاج کے طریقے احادیث میں بیان کیے گئے ہیں۔ اسلامی طریقہ علاج میں جسم کو داغنے، پچھنا یا حجامہ لگوانے اور دیگر طریقے شامل ہیں۔ نیز اس نصاب کے ذریعے قرآن و حدیث کے مطابق دم، درود، وظائف اور تعویذ وغیرہ سے جسمانی اور روحانی علاج کا طریقہ بھی سکھایا جائے گا۔ جبکہ غیر معروف کلمات اور عربی کے علاوہ دیگر زبانوں پر مشتمل ایسے وظائف کہ جن سے شرک کا شائبہ ہوتا ہو انہیں نصاب میں شامل نہیں کیا جائے گا اور ایسی چیزوں سے علاج پر پابندی ہوگی۔ اسلامی طب اور دم درود کے علاوہ ہندی اور چینی طریقہ علاج کے شعبہ جات بھی یونیورسٹیوں میں قائم کیے جائیں گے۔ ملائیشیا کے طب اسلامی کے ماہر اسکالر اور عالم دین ڈاکٹر زاہل مطوف کے مطابق طب اسلامی کا ملائیشیا کے ساتھ صدیوں پرانا تعلق ہے اور ملک میں اسلام کی آمد کے ساتھ ہی اس دور کے علمائے کرام نے اسے یہاں رائج کیا تھا۔ پھر ایک طویل عرصے تک طب اسلامی اور اسلامی روحانی طریقہ علاج یہاں مقبول رہے لیکن سرکاری سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے رفتہ رفتہ ان کی مقبولیت کم ہوتی گئی اور یہ طریقہ ہائے علاج علماء اور ماہرین کے ہاتھوں سے نکل کر نااہل لوگوں اور جعلسازوں کے ہاتھوں میں چلے گئے تھے۔ الجزیرہ کی رپورٹ کے مطابق ملائیشیا میں آج کل روحانی اور اسلامی طب کے ذریعے علاج دوبارہ مقبول ہو رہا ہے۔ لوگ اپنی جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں کے علاج کے لیے ایسے افراد سے رجوع کرتے ہیں جو اسلامی علوم کے حوالے سے اچھی شہرت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ملک میں 10 ایسے ہسپتال بھی موجود ہیں جہاں طب اسلامی کے مطابق علاج کیا جاتا ہے۔ تاہم



www.freepdfpost.blogspot.com

ان ہسپتالوں کو جدید تقاضوں کے مطابق سہولیات سے آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔ لوگوں میں دم درود، وظائف اور تعویذات کے ذریعے اپنی مشکلات دور کرنے اور جسمانی تکالیف سے نجات کے لیے حجامہ لگوانے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ دوسری جانب ملائیشین عوام کی روحانی علاج میں دلچسپی کو دیکھتے ہوئے ایشیاء کے مختلف ممالک کے عاملوں نے وہاں ڈیرے ڈال لیے ہیں اور وہ سادہ لوح افراد کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ یہ جعلی اور اتائی لوگوں کی زندگیوں سے کھیل رہے ہیں جس کی وجہ سے بے شمار افسوس ناک واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ طب اسلامی کے اسکالر ڈاکٹر زامل مطوف کے مطابق ملائیشیا میں طب اسلامی کا کچھ حصہ کافی عرصے سے کالجوں میں پڑھایا جا رہا ہے اور 15 ہزار ایسے ماہرین حکومت کے پاس رجسٹرڈ ہیں جنہیں اسلامی علوم کے ساتھ طب اسلامی میں بھی مہارت حاصل ہے۔ الجزیرہ کی رپورٹ کے مطابق ملائیشیا کے وزیر صحت کا کہنا ہے کہ اس منصوبے سے ملک میں جعلی طریقہ علاج کا خاتمہ بھی آسان ہو گا جس روحانی معالج اور طبیب کے پاس ڈگری نہیں ہو گی اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ حکومت ایسے قوانین لاگو کرے گی جس کی رو سے کسی بھی جعلی عامل کو قید کی سزا دی جا سکے گی اور بھاری جرمانہ بھی عائد کیا جائے گا۔

www.freepdfpost.blogspot.com

**3.The concept of Individualism:**

"The individualization is a process of deducing uncommon things from the common mass".

In homoeopathy we don't consider the common features of the disease (Pathology) but we consider the uncommon features of the disease. For Example:

In allopathy, if a patient is labeled a disease of diphtheria then he will be given the injection of serum. And if there are ten patients following the same diagnosis the ten will be treated just the same.

On the contrary, a homoeopath individualize the things up to minutest details and tries to find out uncommon features of diphtheria from ten patients; one may have the membrane on the right side, another on the left side, and another on the velum of the palate. The appearance of the membrane may also vary in color from green to yellow, black or white, according to the case. A homoeopath also enquires into the details of the patient's past and family history, his appetite, thirst, bowel habits, sleep etc., and most important of all, he asks about his temperament. In short, homoeopath tries his best to collect all uncommon features from the common features of the disease.

Hahnemann called these uncommon features the PQRS (Peculiar, Queer, Rare, Strange). Actually these PQRS are individual experiences (Sensations) which have much importance in homoeopathic prescribing.

Hahnemann writes in his remarkable article "The spirit of Homoeopathic Doctorne" thus: "Since diseases as dynamic derangements of the vital character, express themselves solely by alterations of sensations and functions of our organism, that is, solely by an aggregate of perceptible symptoms, this alone can be the object of treatment in every case of disease".

So it is concluded by above discussion that uncommon features (PQRS or individual experiences) which are perceptible signs and symptoms and which are disturbing the individual on the whole, are the things which should be treated in disease.

**How old Are You?**

There is chronological age-how old you are by the calendar; biological age-how old your body is in terms of critical signs and cellular process; and psychological age-how old you feel you are.

"As long as new perceptions continue to enter your brain, your body can respond in new ways. There is no secret of youth more powerful".

*Depak Chopra, MD.*



www.freepdfpost.blogspot.com

# What is to be Cured in Disease?

By: Dr. Ikhlaq Rahim, Faisalabad

A successful homopathic practice revolves around the vital concepts of wholisim and individualism. To perceive or to understand that what is to be cured in disease, it is necessary to understand the basic concepts of disease, wholisim and individualism.

**1. Disease**

**Allopathic view about Disease:**

In aphorism 13 Hahnemann says:

"Therefore disease (that does not come within the province of manual surgery) considered, as it is by the allopathists, as a thing separate from the living whole, from the organism and its animating vital force, and hidden in the interior, be it of ever so subtle a character, is an absurdity, that could only be imagined by minds of a materialistic stamp, and has for thousands of years given to the prevailing system of medicine all those pernicious impulses that have made it a truly mischievous [non-healing] art".

**Homoeopathic view about Disease:**

In aphorism 19, Hahnemann states:

"Now, as ***diseases*** are nothing more that ***alterations in the state of health of the healthy individual*** which express themselves by morbid signs, and the cure is also only possible by a ***change to the healthy condition of the state of health of the diseased individual,*** it is very evident that medicines could never cure diseases if they did not possess the power of altering man's state of health which depends on sensations and functions; indeed, that their curative power must be owing solely to this power they possess of altering man's state of health".

**2.The Concept of Wholism:**

Conventional School believes that the cell is the unit of life and disease is a local problem and it should be treated locally that is why they have "local" organ specialists to treat the local disease. For example ENT Specialist, Cardiologist, Dermatologist, Gastroenterologist and Urologist etc.

The conventional school (Allopathy) views the body as a machine but the practice of Homoeopathy convinces the physician to regard the body as more than a sum of its parts. Unlike machine, it develops, carries on its functions and repairs itself independently.

Homoeopathy considers the whole person as a unit of life and treats the patients as a whole and as an individual. There is no medicine for disease, but there is a medicine for the patient suffering from the disease. Sir William Osler Says, "The individual, not the disease, is the entity".



www.freepdfpost.blogspot.com

therapies, and the way of living of the present society, can enable a practitioner to cater to the therapeutic needs and devise methods accordingly.

Many patients come to you for a very small or insignificant part of their whole disease. For example, a patient suffering originally from diabetes, for three decades, then hypertension, for 15 years, then CHF, for thee to four years, then pulmonary complications, has come to you for peripheral neuropathy, and arthritis, for which their doctor could not do any thing except giving pain killers and muscles relaxants, that give many unsavory reactions. She is already taking five medicines in morning, two at noon, and 5+1 at night: the last one being a tranquilizer. Now how will you break this comfortable cocoon, or puncture a hole in it with your *similar medicine* (similar to what?...think!), to begin scratching the surface of the well-guarded case? One shivers at the idea of destabilizing a beautifully stabilized case: stabilized for decades. Living well and eating well and living a mentally balanced life. Won't it be a capital sin? [This also belies the bogy of massive drug action of many drugs.] Think for a moment that this is the very case of a lady, with fragile health, who came to Dr. Vithoulkas, for whom he prescribed Platinum, in very high potency, for her striking indication of doing masturbation for some 30 times (?) a day. Would Plat. cure the whole case with its diabetes, hypertension, CHF, respiratory complications and neuropathy? Unimaginable! Only a credulous guy can ever aver.

In such situations Burnett's way of treatment would work. He would not try to cure but *treat* the case. He would apply organ remedies, miasmatic remedies, and so many other ways for which Burnett is Burnett. Scientific palliation verily is the order of the day for such cases. And nothing should be aspired more than the *prolongation of life, sans sufferings, sans pains.* And this is impossible without intensive knowledge of pathology, and of drugs and their interaction.

[The author may have to write a corollary to this article, but after reading people's comments.]

*Dropsy:* The excretions are all diminished. The urine is scanty. The sick is dry. No matter what his complaints are, he cannot sweat. There is no out throw of water. He drinks plentifully, and it gets into the cellular tissues to distend them, and he becomes dropsical.
He has a water constitution, one that takes in water and lets out none. (Apocynum)

*Dr. T.J. Kent*



www.freepdfpost.blogspot.com

forward. There is no coming back. Allopathy, the dominant school, has evolved à scientific methodology of palliation, which they do not distinguish from 'cure'. Their methodology works in the manner of 2+2=4. It is never 5, or any other figure. What the selection of the medicine intends for, it must accomplish it. That is what wins the trust of the laity, or the sick world.

That doesn't mean that I'm talking derogatively of the 'law of cure' of homeopathy. Far be it from me, who am a staunch homeopath. How can I deny myself, after having cured many cases, of curing with one, and only one, dose of medicine and giving sac lacticum for many months? Or, by the repeating of the same medicine, thrice or four times, in a year or so, in the same or the ascending potencies? But this is for those cases only that can be technically cured, according to the curative rules of homeopathy. And this is limited only to *chronic diseases.*

In acute diseases the remedy can be changed even in the next few hours, or can be alternated with another remedy, coming on into the picture later on. In acute diseases homeopathic rules '*single remedy and least repetition*' do not work. We should shed many prejudices and break many shackles to fare well and be at par with the dominant school. Otherwise people start looking askance when their dear ones fall with some acute and viral disease. They have made a point to visit some allopath when sick with acute disturbance, and have some allopathic medicine, self prescribed or by a regular practitioner.

In an acute case—sore throat—for example, we don't ask patients, how they tolerate summer or winter, dry or wet weather; whether they have claustrophobia; whether they love company or not, etc., etc. We will decide on the limited symptoms, related to the suffering part. So we are quite justified in prescribing *Hepar Sulph.*, which is admittedly a cold remedy, to a warm patient, on the peculiarity of symptoms *related to sore throat.* Similarly *Merc.Sol., and Lach.* that are predominantly warm remedies, to a confirmed chilly patient with throat infection.

This line of argument takes us to the validity (or necessity?) of *partial case-taking,* in contradistinction to proper case-taking, for acute diseases. We take into consideration very few symptoms germane to the local seat of infection, or the pathologic condition, or the *pathology proper of the suffering organ.* Hering wrote *Family Physician,* and Jahr *Forty Years' Practice*, therapeutics on the basis of pathology. J.C. Burnett putt pathology to its rightful venerated pedestal. It was his life-long logico-scientific crusade for the rightful place of pathology in homeo-prescribing. Science of pathology has taken stupendous strides that a homeopath cannot afford to lag behind. Or he be labeled (or branded) as a quack.

Modern patients are queer conglomerate of pathologic strains and personality traits that it is enigmatic for an ordinary mortal to unravel. An ordinary or rigid physician cannot make head or tale of the common run of patients, coming from the allopathic camp after decades of drugging and manipulation. Only true knowledge of pathology and modern



www.freepdfpost.blogspot.com

helped. Kent's rules for declaring a patient curable or incurable did not thwart his healing impetus. For him every suffering person was *treatable*, in contradistinction to 'Curable'.

In the modern state of art, in the therapeutic realm, there is no place for any ideals of cure or any rules according to which any disease may be labeled as incurable, except the evident condition and extent of the disease, or the damage it has already wrought to the organism. If an organ has already been eaten up by the disease, how can it be cured? A case that is incurable is *ipso facto* a candidate for palliation. In fact any remedy that is selected on the rule of *Similia, in such cases,* would automatically act palliatively; only the prescriber should know the art of judicious prescribing.

So, we come to the conclusion that covering all the symptoms does not necessarily lead to *homeopathic cure*. If the case is incurable (according to the tenets of homeopathy) it would be automatically palliated. Similarly superficial similarity mostly will not cure. 'Similarity' means the similarity with the totality of all the characteristic symptoms ***plus*** the similarity of the process of the disease. An example given by Burnett is of cerebral meningitis where apparent symptoms are that of Belladonna: flushed face, delirium and dilated pupils. But if the case is of Tubercular meningitis, the apparent symptoms will be same, but Belladonna won't be its remedy. Tubercular process should also be in the pathogenesis of the remedy selected. Belladonna would do nothing here. [Please read under the 'Stop Point' in the book: *Best of Burnett*, page 123.]

To palliation done under the superficial *Totality of Symptoms,* Burnett gives the name of *Scientific Palliation*. It is only his eulogistic nod, in his love for homeopathy; otherwise it is true that similarity should also contain the similarity with the disease process itself: that is *functional, personal* and *the pathologic similarity*. Burnett says: "if the range of action of the remedy be not coincident with the disease itself, a real cure does not result, no matter how many symptoms you may silence." [Ibid] He further remarks: "I cannot subscribe to the generally accepted views that when you have covered all the symptoms of a case you will necessarily work a real cure, you may do so, or you may only palliate the case."

'Cure' in homeopathy has definite meaning and a characteristic modus operandi. The regression of symptoms occurs in the reverse order of their progression in the generation of the disease, and from up downward and from center to periphery. This is a high ideal not to be ever witnessed anywhere in the whole medical and therapeutic world, except in Hahnemannian practice. Even the classical homeopaths very seldom meet this chimera of cure in their daily practice. But whenever they meet it they at once recognize the creature. But for the general public *cure, treatment, palliation* and even *suppression* stand at the same wavelength and are taken as synonyms. It is immaterial for them whether their disease is cured, palliated or suppressed. They simply require the obliteration of their painful or disturbing symptoms.

For the strict classical homeopath what Burnett did in his daily practice was not Hahnemannian homeopathy. This is why they always talk about him in chastising manner, and raise puritanical objections. But times have changed. World has gone fast



www.freepdfpost.blogspot.com

# CURE MANIA

## *IS PALLIATION THAT BAD?*

Dr. M. A. Usmani

Let's first draw some constants, and give them credence of affirmation:

*First*: We may say that 5% of world's population gets exclusive homeopathic treatment whenever they fall sick; and about 70% get allopathic treatment in routine way. The remaining 25% gets alternative treatments and local way of treatment that is current in their locality; and folk-lore and faith and spiritual means for allaying their sufferings.

*Second*: Longevity is not the exclusive provision or bestowment of any particular way of treatment or therapeutics. In fact it is independent of these factors. There are homeopaths who died young, among them even masters, e.g. great master Farrington, who deplorably died in the prime of his active career. There are persons, on the other hand, who never tasted homeopathy, and are centenarian, and still very active. They can be connected with any way of life; as, for example, politicians, scientists, philosophers, writers, and heads of states or actors and legion others. They can belong to any sphere of life. There are, more over, places in the world where to be, at least, octogenarian is a rule; in spite of the fact that their life is stringent and nutrition sparse.

*Third*: the third constant is very tricky. The homeopathic *concept of cure* is nowhere met in the whole world. If our first constant is valid, then only 5% of the whole populace of the world subscribe to this concept of cure. By 'cure' it is meant, generally and in all therapeutics, the mitigation of the suffering and obliteration of symptoms. In the infancy of homeopathy, as I've discussed in many of my previous articles, single symptoms were attached with single remedies. Cf., **My Page**

*Nightshade* (Belladonna), for example, was used for *convulsion*, esp. with *delirium*; *Dulcamara*, for *eczema; Squilla* for *pleurisy; Cinchona Bark* for *pressive pain in the stomach; Ipecac.* for various sorts of *hemorrhage, etc.* (cf. *Appendixes* to Organon: Commentary by B. K. Sarkar).

Many among the great homeopaths did not subscribe to the strict homeopathic ideal of cure, and practically did not follow the *Law of Cure* of Dr. Hering. Among them is our great master, and incomparable genius, Dr. Burnett. His motto was: *Every patient can be helped.* He did not pass any judgment of *incurability* against any patient or any disease. He believed, and practically proved, that every person with health problems can be



www.freepdfpost.blogspot.com

# TEXT BOOKS

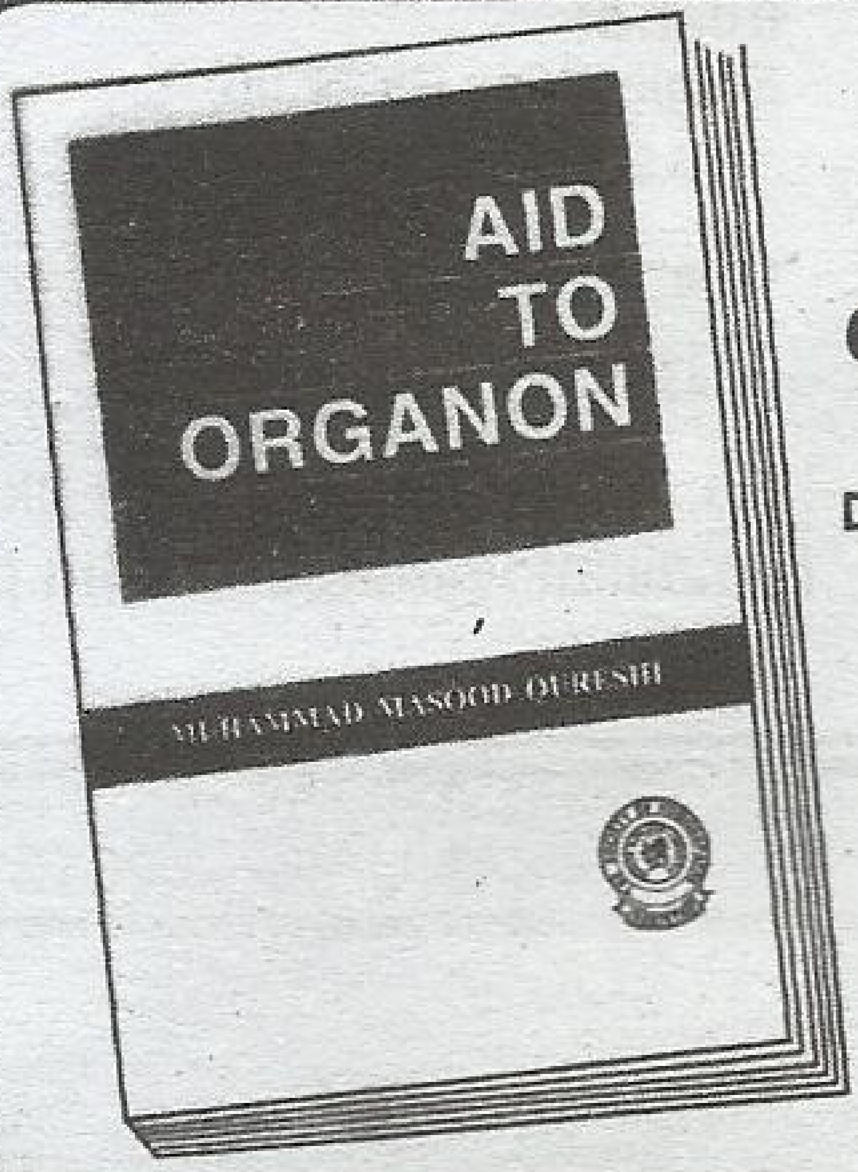


**AID TO ORGANON**

By
Dr. Muhammad Masood Qureshi

Price Rs.60/=

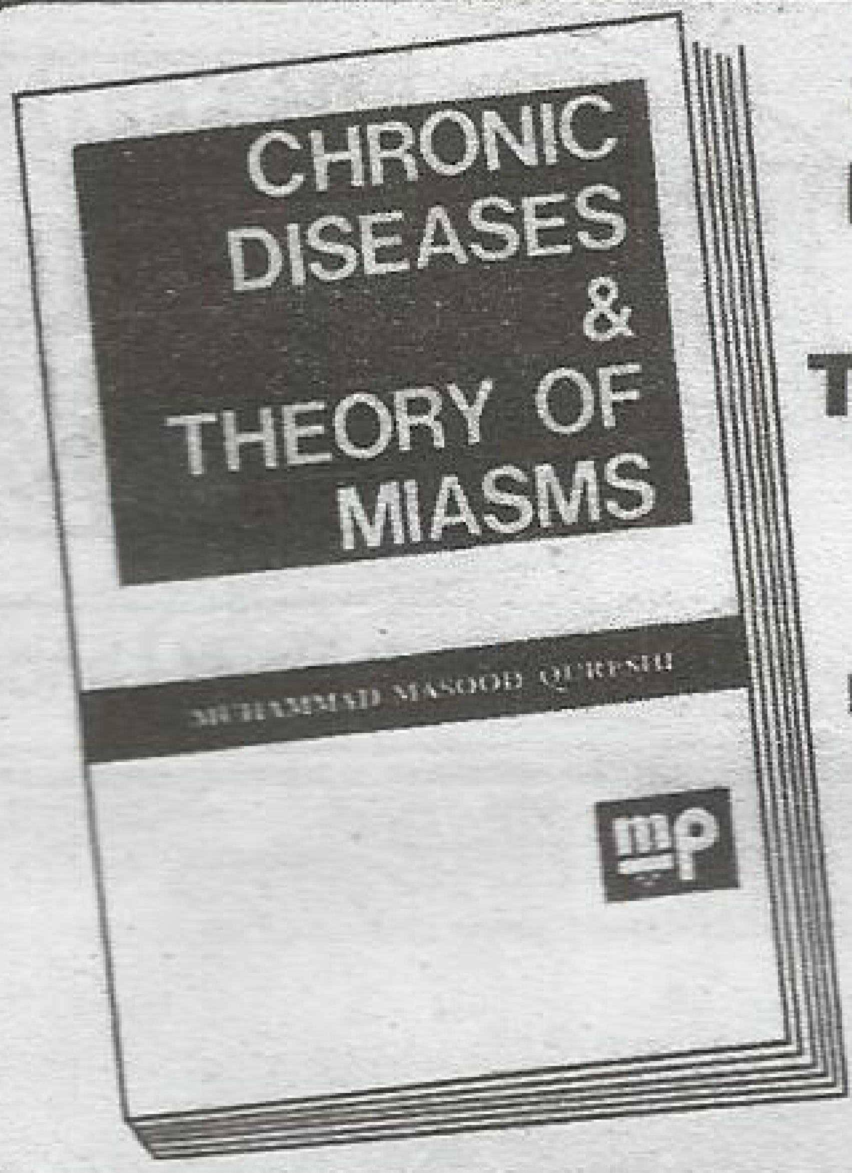


**CHRONIC DISEASES & THEORY OF MIASMS**

By
Dr. Muhammad Masood Qureshi

Price Rs.

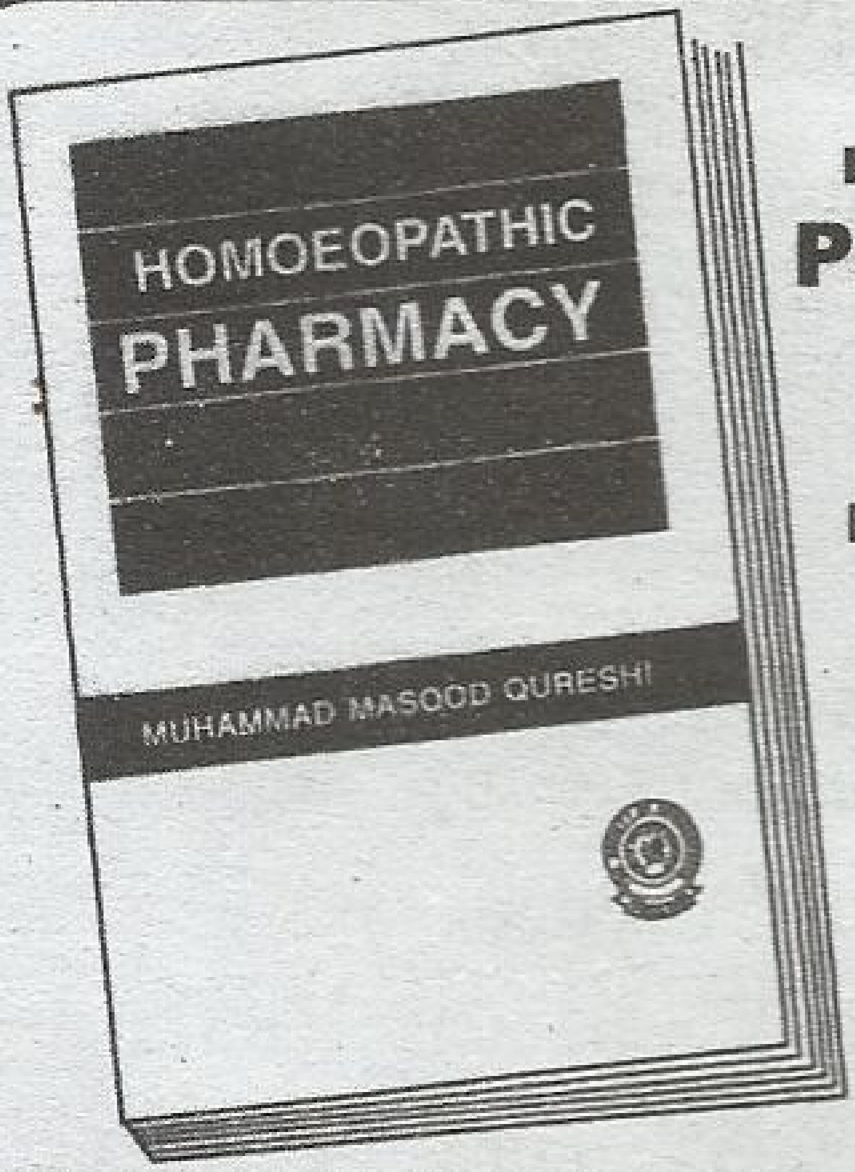


**HOMOEOPATHIC PHARMACY**

By
Dr. Muhammad Masood Qureshi

Price Rs.130/=

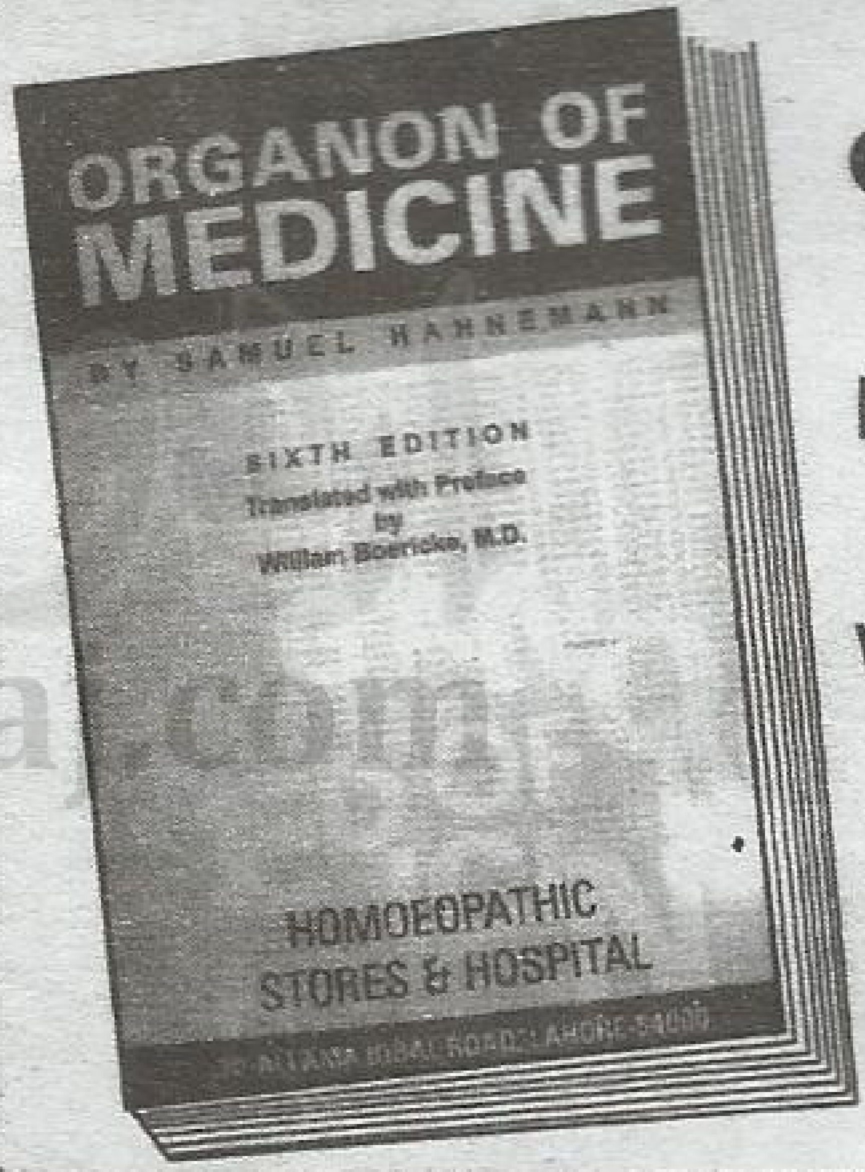


**ORGANON OF MEDICINE**

By
William Boericke
M.D.

Price Rs.125/=

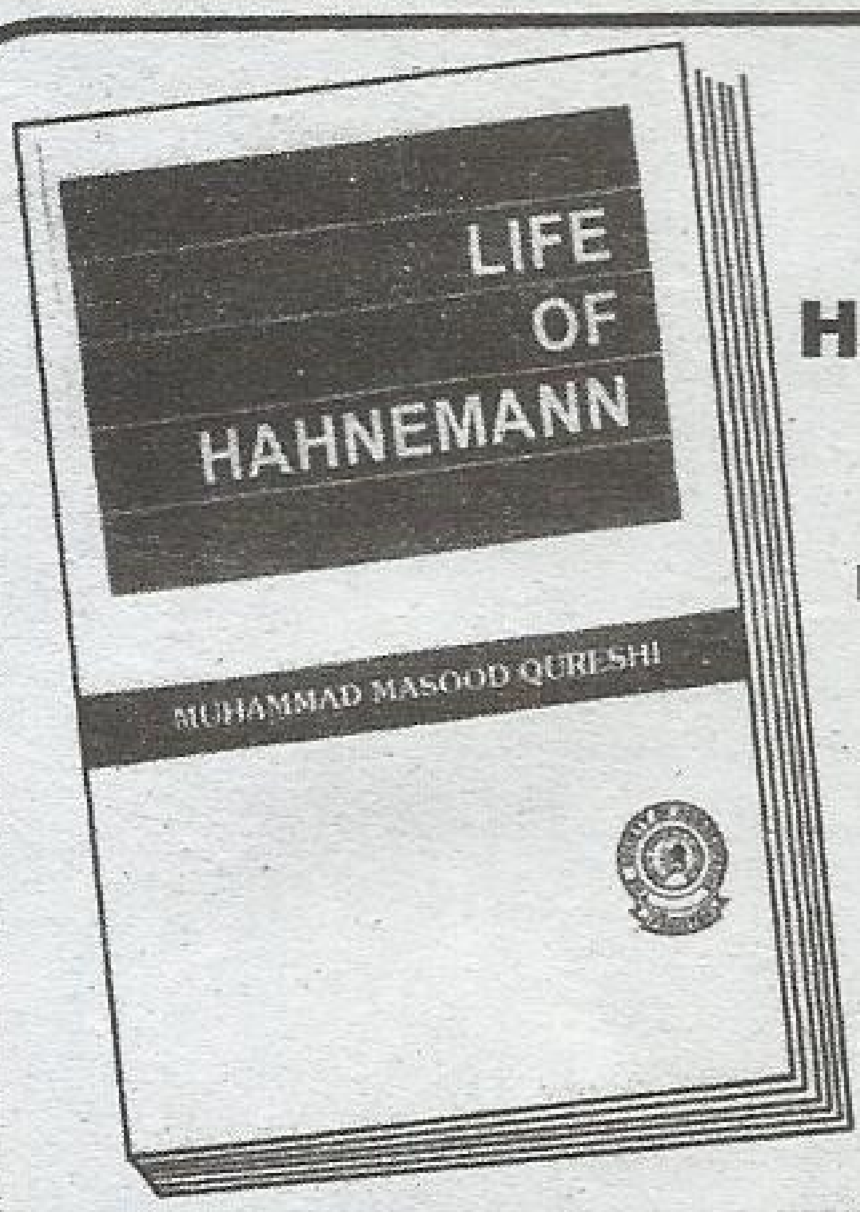


**LIFE OF HAHNEMANN**

By
Dr. Muhammad Masood Qureshi

Price Rs.50/=

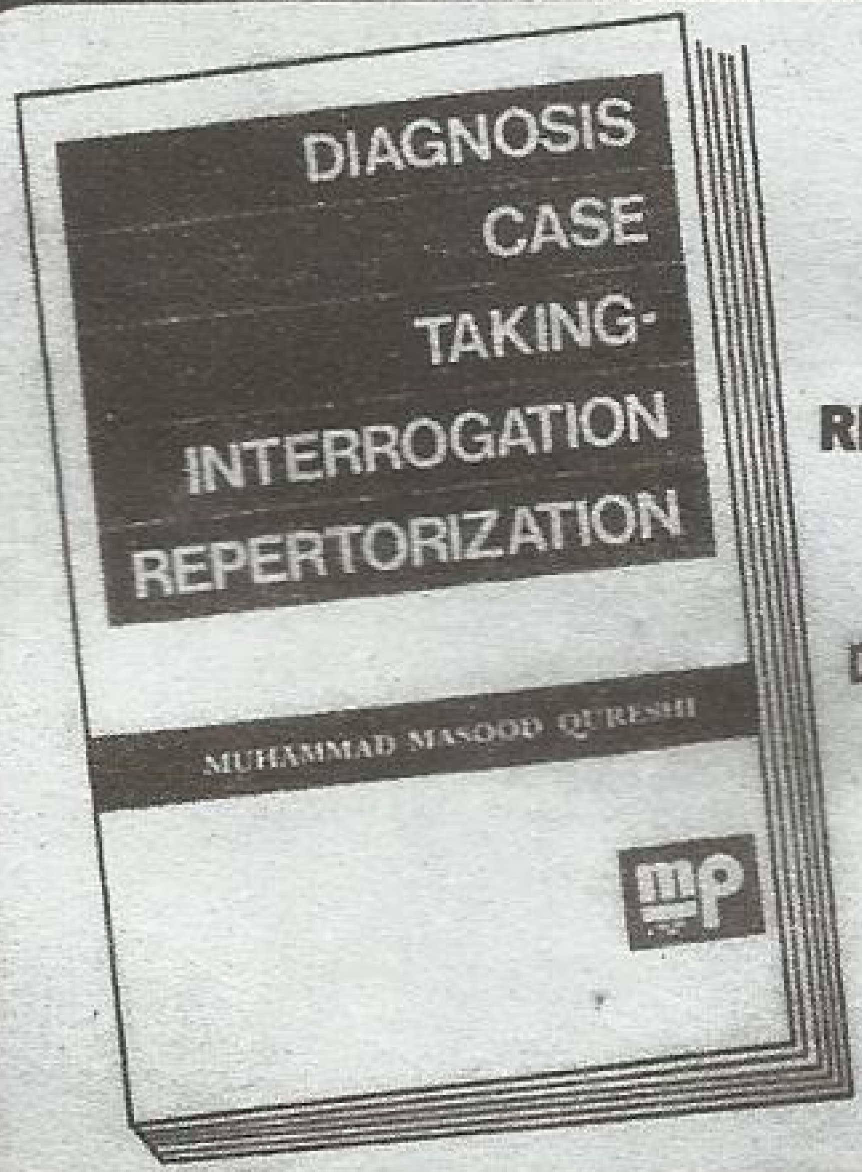


**DIAGNOSIS CASE TAKING- INTERROGATION REPERTORIZATION**

By
Dr. Muhammad Masood Qureshi

Price Rs.40/=

**DR. MASOOD & SONS** LAHORE - 54000 PAKISTAN




www.freepdfpost.blogspot.com

REGD. CPL NO: 27

83 Years of Publication

INTERNATIONAL SUPPLEMENT

Founded By: DR. MUHAMMAD MASOOD QURESHI

Telephones:
36293296-36302360

Fax:
092-42-36361138

MONTHLY HOMOEOPATHIC MAGAZINE

Inland:
Single Copy Rs.22.00
12 Issues Rs.250.00

Overseas :
12 Issues : $ 20.00 £ 10.00

http://www.masood.com.pk
E-mail:info@masood.com.pk

30-Allama Iqbal Road Lahore-54000 Pakistan

VOL: 83 NO: 1 JANUARY 2013

# Hearing Loss linked to chronic diseases

If you' re hard of hearing, you may also be at greater risk of some major diseases.

Low-frequency hearing loss may be a marker for heart disease. The blood vessels in the inner ear are supersensitive, and a change, like hearing loss, may flag problems with blood vessels in other parts of the body. A study of older adults by Wisconsin University found a 54% greater prevalence of hearing loss among people with a history of heart disease.

Diabetes and hearing loss often go hand-in-hand. Researchers believe that, over time, high blood glucose can damage the small vessels and nerves in the inner ear. "A certain degree of hearing loss in a normal part of the ageing process, but it's often accelerated in patients with diabetes, especially if blood glucose levels are not being controlled with medication and diet." says researcher Dr. Derek Handzo from the Henry Ford Hospital in Detroit.

Antimonium crudum: The troubles are often caused or aggravated by heat, and especially by the heat of the sun.

*Dr. E.B. Nash*

I have several times found a Silicea child suffering from epileptiform spasms which were always worse at new moon. A few doses of Silicea 200th set them all right.

*Dr. E.B. Nash*



www.freepdfpost.blogspot.com

دوسرے دن کی پہلی نشست میں ڈاکٹر بنارس خان اعوان نے میازم کے موضوع پر حاضرین کو ایک مفصل لیکچر دیا۔ ڈاکٹر عثمان بابری نے Osteoarthritis Nosode کے بارے میں اپنے تجربات بیان کئے۔ اس دن کی اختتامی نشست میں ڈاکٹر محمد سلیم نے Homoeopathic Constitution کے موضوع پر ہومیو ڈاکٹر صاحبان کو آگاہ کیا۔ اختتامی تقریب میں مقررین کو یادگاری شیلڈ اور تمام حاظرین کو اسناد دی گئیں۔

Printed by Rasheed Choudhry at Maktaba Jadeed Press 14-Empress Road, Lahore and Published by Khalid Masood Qureshi 30-Allama Iqbal Road, Lahore. Editor Khalid Masood Qureshi

www.freepdfpost.blogspot.com